بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ کٓہٰیٰعٓصٓ ۝ ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَہٗ زَکَرِیَّا ۝
اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَھَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ
الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَکُنْ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا ۝ وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ
مِنْ وَّرَآءِیْ وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا ۝ یَّرِثُنِیْ
وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْہُ رَبِّ رَضِیًّا ۝

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم والا ۝ کھیعص * یہ مذکور ہے تیرے رب کی اس رحمت کا جو اس نے اپنے بندے زکریا (علیہ السلام) پر کی * جب اس نے اپنے رب کو آہستہ پکارا * عرض کی اے میرے رب میری ہڈی کمزور ہو گئی اور سر سے بڑھاپے کا بھبھوکا پھوٹا اور اے میرے رب میں تجھے پکار کر کبھی نامراد نہ رہا * اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت داروں کا ڈر ہے اور میری عورت بانجھ ہے تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا دے ڈال جو میرا کام اٹھائے * وہ میرا جانشین ہو اور اولاد یعقوب کا وارث ہو اور اے میرے رب اسے پسندیدہ کر۔ (۱۹/ ۱ تا ۶ * ت ک)

۱۔ کاف۔ ہا۔ یا۔ عین۔ ص۔ حروف مقطعات سے ہیں جن سے متعلق تفصیل سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے (فرمان الٰہی)

۲۔ ذِکْرُ رَحْمَتِ ... اس کا مبتدا (ھٰذا) محذوف ہے یعنی یہ آپ کے رب کی رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندہ (خاص) زکریا (علیہ السلام) پر فرمائی۔ لفظ زکریا میں دو مشہور قراءتیں ہیں: ایک مد کے ساتھ یعنی زکریّا، اور دوسری قصر کے ساتھ یعنی زکریا۔ حضرت زکریا علیہ السلام انبیاء بنی اسرائیل میں سے عظیم المرتبت نبی تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نجاری کے کام سے وابستہ تھے۔ (تفسیر ابن کثیر ت)

۳۔ جب کہ ندا اور پکار دی آہستہ سے اپنے رب کو بیت المقدس کی محراب میں یہ قریب قربانی کے وقت کا واقعہ ہے

نکتہ: حضرت زکریا علیہ السلام نے خفیہ وجوہ سے آہستہ دعا مانگی (۱) اپنی دعا میں حسن ادب کو ملحوظ رکھا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کو جہر سے بھی معروضات پیش کر سکتے تھے دراصل آہستہ دعا مانگنے میں اخلاص زائد ہوتا ہے اور ریا سے بھی بعید تر (۲) اپنے رشتہ داروں کی ملامت سے بھی بچانا مطلوب تھا اس لئے کہ جب پوشیدہ طور پر دعا مانگی تو وہ ان کے راز سے مطلع نہ ہو سکے۔ (۳)۔ عوام کی ملامت سے بھی احتراز ضروری تھا کہ وہ کہتے کہ یہ بزرگ اب بچہ مانگ رہا ہے جب کہ بچے کی پیدائش کے اسباب بالکل ہی ختم ہیں اس لئے کہ آپ بڑھاپے کی آخری حد تک پہنچ چکے تھے یعنی اس وقت آپ نوے سال کے تھے جیسا کہ کاشفی نے کہا ہے (روح البیان)

1816

۴۔ "کہنے لگے (حضرت زکریاؑ) مالک میرے میری ہڈیاں بوڑھی ہو گئیں (کمزور ہو گئیں جیسے کہ بڑھاپے میں ہو جاتا ہے) اور (بڑھاپے کی) سفیدی سے سر چمکنے (یعنی بال بالکل سفید ہو گئے) اور میں تجھ کو پکار کر (کبھی) محروم نہیں رہا"۔ ہمیشہ تو نے میری دعا قبول فرمائی تو اب کی بار بھی مجھ کو خواہش ہوئی کہ تجھ سے دعا کروں۔ (تفسیر وحیدی)

۵۔ سورہ مریم میں چند بزرگوں کے تذکرے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی رحمت و قدرت کا کامل اظہار ہوتا ہے اور مقصود ان تذکروں سے یہ ہے کہ خدا پرستوں پر ہمیشہ دنیا و آخرت میں اسی کی مہربانی اور عنایت ہوا کرتی ہے اور وہ اپنے مخلصین کی ہر وقت ہر دست گیری کیا کرتا ہے اسی پر توکل چاہئے۔ پہلا تذکرہ حضرت زکریا پیغمبر علیہ السلام کا ہے۔ آپ شہر یروشلم کے باشندے اور بنی اسرائیل میں ہیکل یعنی بیت المقدس کے امام تھے منجملہ اور اماموں کاہنوں کے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ یہود کی سلطنت تاہم تو رہی تھی شاہان روم ان پر حکومت کرتے تھے اور ان کا ایک نائب یا گورنر یہاں رہا کرتا تھا جس کو ہیرودیس کہا کرتے تھے یہ ان کا خاندانی نام تھا اور ہیرودیس یہود میں سے نہ تھا بلکہ غیر تھا۔ بیت المقدس کئی بربادیوں کے بعد حال میں از سر نو بطرز سابق تعمیر ہوا تھا اس میں متعدد کمرے اور کئی درجے تھے اور دو منزلہ مکانات بھی تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کی بیوی الیسابات جو حضرت مریم کی خالہ تھیں بانجھ تھیں زکریا کو اولاد نہ ہونے سے رنج میں اکثر یہ کھٹکا تھا کہ ان سے سر انجام ملت نہ ہو سکے گا* آخر ایک روز یعنی نماز میں دل بھر آیا اللہ سے مناجات و دعا کی (نداءً خفیا) کہ اے رب میں کبھی تجھ سے سوال کر کے محروم نہ رہا ہوں میں تجھ سے اب التجا کرتا ہوں کہ مجھے ایک سینہ بہ فرزند عطا کر کہ امامت میں میرا وارث ہو۔ (تفسیر حقانی)

۶۔ اے پروردگار ظاہر و باطن! عطا فرما دے اپنے ہی قرب خاص و کرم عام سے ایک والی احباب اور منتظم امور ملت بزرگی جو وارث انوار لائق اسرار الہامات میں امانت نبوت کا اہل رضیا ہو* اے ولی جانشین عطا فرما جو میرا بھی وارث ہو۔ میری اس بیت المقدس کی سرداری کا مستحق میری شریعت کا عالم معلم مبلغ ہو۔ اور حضرت یعقوب کی آل کا دینی علمی نگری مشربی امانتی عرفانی امانتوں کا سنبھالنے والا باصلاحیت و طاقت ہو۔ کتاب توریت اور صحف موسیٰ کو جاری و نافذ کرنے والا ہو اور اے میرے رحیم و کریم پروردگار اس میرے جانشین و مستحق وراثت نبوت کو ایسا بنا کہ دنیا و آخرت میں پسندیدہ ہو۔ ولیاً سے مراد بیٹا۔ یہ دعا بیت المقدس کے اندر حضرت مریمؑ کے پاس کھڑے ہو کر پاس بے موسم میوے دیکھ کر مانگی تھی۔ (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے * خَفِيًّا: خَفِيٌّ۔ پوشیدہ چھپی ہوئی خَفَاءٌ سے جس کے معنی پوشیدہ ہونے اور چھپنے کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ ▲ وَهَنَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف وَهْنٌ مصدر (ضرب) کمزور ہو گئی ▲ عظام: ہڈیاں عَظْمٌ کی جمع جیسے سِهَامٌ سَهْمٌ کی جمع ہے ▲ اِشْتَعَلَ: شعلہ نکلا۔ اس نے آگ پکڑی اشتعال سے جس کے معنی شعلہ بھڑکنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب یہاں مجازاً بڑھاپے سے سر کا سفید ہونا مراد ہے ▲ رَأْسٌ: سر۔ رؤوس جمع ▲ شَيْبًا: بڑھاپا، سر کے سفید ہونے کو

شب کہتے ہیں۔ شاب یَشِیبُ کا مصدر ہے ▲ شَقِیًّا : بدبخت، محروم۔ شقاوۃ سے بر وزن فعیل
صفت مشبہ کا صیغہ، اشقیاء جمع ▲ خِفْتُ : میں ڈرا، مجھے خوف ہے۔ خوفٌ سے، ماضی کا صیغہ، واحد
متکلم ▲ الْمَوَالِيَ : جمع المولیٰ، واحد، چچا کے بیٹے (لغوی) عصبات (مجاہد) کلالہ (ابو صالح) عام وارث
(کلبی) ▲ وَرَآءِي : میرے بعد، میرے مرنے کے پیچھے ▲ يَرِثُ : واحد مذکر غائب مضارع وراثۃ مصدر،
(حسب) وارث ہو، حاصل ہو، مالک ہو ▲ رَضِيًّا : پسندیدہ، من بھاتا، رضیٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ (لغات القرآن)

معلومات مزید * حضرت زکریا علیہ السلام جلیل القدر، برگزیدہ پیغمبر تھے بنی اسرائیل سے تعلق تھا۔ زبان عبرانی زکریا، دائمی ذاکر کو کہا جاتا ہے۔ جد اعلیٰ حزیم بن سلیمانؑ تھا والد اذان بن مسلم تھے نسب نامہ عالیہ ۳۲ واسطوں سے حضرت داؤد علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ بخاری کے بیٹے سے تعلق تھا، ہیکل کی نگرانی کرتے تھے بنی اسرائیل جب بابل سے بیت المقدس آئے تو مختلف خاندانوں کو ٹھکانہ ہوئے تھے ان کی ہدایت کے لئے حضرت زکریاؑ مبعوث ہوئے۔ قربان گاہ اور باب سمیہ آپ کی اجازت سے کھولے جاتے تھے آپ حضرت مریم کے خالو تھے آپ کی زوجہ محترمہ ایشاع سے موسوم تھیں۔ حضرت مریم کی والدہ حنہ نے اپنی منت پوری کرنے کو بیت المقدس خدمت مریمؑ کو لے گئیں اور کہا کہ یہ لڑکی اللہ کی نذر ہے۔ وہاں ہر ایک کفالت کا متمنی تھا اس لئے قرعہ ڈالا گیا حضرت زکریاؑ کا نام نکلا چنانچہ وہ آپ کی زیر پرورش و کفالت آ گئیں۔ حضرت زکریاؑ نے بی بی مریم کے لئے ایک علیحدہ حجرہ برائے عبادت بنوایا جب کہ آپ بڑی عابدہ زاہدہ تھیں بیت صلحاء آپ کی کرامات کا ظہور ہونے لگا جن کے منجملہ ایک بے موسم میووں کا آپ کے لئے آنا تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے جب یہ کرشمہ قدرت دیکھا تو اپنی پیرانہ سالی اور زوجہ محترمہ کی کبر سنی اور بانجھ پن کے باوجود اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان و پختہ پر کامل اتقان کے ساتھ اپنے لئے اولاد کی دعا کی جو مقبول بارگاہ حق تعالیٰ ہوئی۔ اور رب پاک نے آپ کو ایک فرزند عطا فرمایا جس کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے یحییٰؑ رکھا۔ قرآن مجید میں ۷ جگہوں پر حضرت زکریاؑ کا نام نامی آیا ہے۔

● اگرچہ کہ سورہ مریم میں بہت سارے منتخب خاص پیغمبروں کے تذکرے ہیں اور یہ پہلا ذکر حضرت زکریا علیہ السلام کا ہے جن پر خالق کائنات نے خاص مہربانی فرمائی۔ انہوں نے چپکے چپکے اپنے مولیٰ تعالیٰ کو پکارا اور دعا کی کہ میں بہت ضعیف ہو چکا ہوں اور بیوی بھی کبر سن اور بانجھ ہے پھر بھی اولاد کے لئے اس یقین کے ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ آپ بڑی قدرت والے ہیں اور ہر چیز آپ کے دست کرم میں ہے۔ بڑھاپے کو اولاد سے نوازنا آپ کی شان قدرت سے بعید نہیں ہمیشہ میری دعا مستجاب ہوئی ہے اسی یقین سے آپ کی جناب میں اولاد کا طلبگار ہوں تاکہ میرے بعد میرے فرائض میرا جانشین ادا کرے اور اولاد حضرت یعقوبؑ کا سلسلہ جاری رہے اور مجھے جو اولاد عطا فرمائے وہ پسندیدہ اور محبوب ہو ●

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اِۨسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝ قَالَ
رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ
قَالَ كَذٰلِكَ ۚ
عِتِيًّا ۝ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ۝
قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝

(ہم نے کہا) اے زکریا ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں جس کا نام یحیٰی ہوگا اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی بھی نہیں پیدا کیا * (زکریا نے) کہا اے رب میرے لیے کہاں سے لڑکا پیدا ہوگا حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے سے آکر اینٹھ گیا ہوں * کہا یوں ہی ہوگا تمہارے رب نے فرمایا کہ یہ میرے نزدیک آسان بات ہے اور ہم نے اس سے پہلے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور تم کچھ بھی نہ تھے * (زکریا نے) کہا اے رب میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر دیجیے فرمایا تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین رات دن تک کلام نہ کر سکو گے بھلا چنگا ہو کر * (۱۹/۷ تا ۱۰ * ت : ج)

۷۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو قبول فرماتے ہوئے انہیں خوشخبری سے نوازا "اے زکریا! ہم خوشخبری دیتے ہیں تمہیں ایک لڑکے (کی ولادت) کی، اس کا نام یحیٰی ہوگا۔ ہم نے نہیں بنایا اس کا کوئی ہم نام اس سے پہلے" سورہ آل عمران کی آیات ۳۸ اور ۳۹ میں فرمایا گیا کہ "وہیں زکریا (علیہ السلام) نے دعا مانگی اپنے رب سے عرض کیا اے میرے پروردگار! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو ہی دعا کا سننے والا ہے۔ پھر انہیں فرشتوں نے آواز دی جب وہ محراب میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یحیٰی (علیہ السلام) کی خوشخبری عطا فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرمان کی تصدیق کرنے والا ہوگا۔ اور سردار ہوگا اور ہمیشہ عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہوگا صالحین سے" حضرت ابن عباس رضی فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے کسی بانجھ نے کوئی بچہ جنم نہیں دیا تھا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو اولاد کی توقع نہ تھی اور آپ کی زوجہ تو شروع ہی سے بانجھ عورت تھیں۔ حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ علیہما السلام کا معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا جب ان دونوں کو حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری سنائی گئی تو انہوں نے کبر سنی کی وجہ سے تعجب کا اظہار کیا تھا نہ کہ بانجھ پن کی وجہ (تفسیر ابن کثیر)

۸۔ زکریا (علیہ السلام) نے عرض کی اے میرے رب! میرے لڑکا کہاں سے ہوگا میری بیوی تو بانجھ ہے اور ادھر میں بڑھاپے کے انتہائی درجے کو پہنچ چکا ہوں۔ "اَنّٰی" یعنی کیسے ہوگا یہ سوال انکار کا نہیں

طلب کیفیت کے لئے ہے مطلب یہ ہے کہ بچہ کیسے ہوگا (کیا) ہم دونوں کو جوان کر دیا جائے گا یا دونوں بوڑھے ہی رہیں گے اور صاحب اولاد ہو جائیں گے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ نظر آیا۔ تعجب ہوا قدرت خداوندی میں ان کو کوئی کلام نہ تھا۔ عُتُوّ کا معنی ہے سرکشی اور حد سے نکلنا۔ یہاں مراد ہے کمال پیری" زیادہ بوڑھا آدمی بے قابو ہو جاتا ہے اس کے اعضاء حسب منشا کام دینے سے انکار کر دیتے ہیں۔ قتادہ نے کہا ہڈیوں کی لاغری مراد ہے جاتی وہ بوڑھا آدمی جس کی ہڈیاں خشکی کی طرف مائل ہو گئی ہوں سوکھنے لگی ہوں (تفسیر مظہری)

۹۔ فرمایا ایسا ہی ہے" تمہیں دونوں سے لڑکا پیدا فرمانا منظور ہے۔ تیرے رب نے فرمایا وہ مجھے آسان ہے اور میں نے تو اس سے پہلے تمہیں اس وقت پیدا کیا جب تو کچھ بھی نہ تھا" تو جو معدوم کے وجود کرنے پر قادر ہے اس سے بڑھاپے میں اولاد عطا فرمانا کیا عجب۔ (حاشیہ کنز الایمان)

۱۰۔ انہوں نے کہا بچے کے پیٹ میں پہنچ جانے کی کوئی علامت بتا دیجیے تاکہ اس سے ہی تیرے دیئے ہوئے انعام کا شکر ادا کر سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تیری علامت یہ ہے کہ تم لوگوں سے بات نہ کر سکو گے لیکن اس کے باوجود ذکر و تسبیح پر قدرت حاصل ہوگی۔ تین راتیں اور تین دن۔ اگرچہ اس آیت میں دن کا ذکر نہیں ہے لیکن سورہ آل عمران میں تصریح کی گئی ہے۔ سَوِیًّا یتکلم سے حال ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ زکریا علیہ السلام کا نہ بولنا اضطراراً نہیں تھا یعنی لوگوں سے اس لئے کلام نہ کرتے تھے کہ ان کے کسی عضو کو کوئی تکلیف تھی بلکہ تمام اعضاء صحیح سالم تھے لیکن حکم ربانی کے تحت کلام نہ کرتے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی زبان پہ کنٹرول کر دیا گیا کہ بات کرتے تو زبان کام نہ کرتی۔ (روح البیان)

لغوی تشریح ★ نُبَشِّرُ : جمع متکلم مضارع تبشیر مصدر باب تفعیل ہم خوشخبری دیتے ہیں ▲ غُلَامٌ : لڑکا، بچہ ▲ سَمِیًّا : ہم نام، نظیر ▲ امْرَأَتِی : میری عورت، میری بیوی۔ امراۃ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ ▲ عَاقِرًا : بانجھ۔ عقارۃ سے جس کے معنی عورت کے بانجھ ہونے کے ہیں۔

● عِتِیًّا : حد سے باہر ہونا، اکڑنا، سرکشی کرنا۔ یہ عتا یعتو عُتُوٌّ کا مصدر ہے جوہری کا بیان ہے کہ یہ اصل میں عُتُوٌّ ہی تھا اس کے ایک ضمہ کو کسرہ سے بدلا تو واو بھی یا سے بدل گیا عُتِیًّا ہوا۔ پھر ایک کسرہ کے ساتھ دوسرا کسرہ بھی لگا دیا گیا تاکہ اس تبدیلی کی مزید تاکید ہو جائے تو عِتِیًّا ہو گیا۔ تاج المصادر میں عتیا کا ترجمہ لکھا ہے "نہایت پیری رسیدن" روح المعانی میں ہے کہ عِتِیٌّ کے معنی ہیں جوڑوں اور ہڈیوں میں خشکی اور یبوست دوڑ جانے کے (روح المعانی) راغب لکھتے ہیں مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا کا مطلب یہ ہے کہ پیری کی اس حالت پر پہنچ گیا کہ اب اصلاح و مداوے کی کوئی سبیل نہیں رہی۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تفسیر مظہری میں ارقام فرماتے ہیں۔ عُتُوٌّ کے معنی اطاعت سے انکار کر دینے کے ہیں یہاں کمال پیری مراد ہے کیونکہ ضعیف آدمی کے اعضاء اس کے قابو میں نہیں رہتے اور وہ جو چاہے ان سے کام نہیں لے سکتا۔ قتادہ کا بیان ہے کہ ہڈیوں کا گھلنا مراد ہے اور جب کسی شخص کا سن انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور وہ بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کے لئے کہتے ہیں الشیخ یعتو عتیا وعِسِیًّا اور جب اس کی ہڈیاں خشک ہو جائیں تو اس کو عاسی یا عاسٍ کہا جاتا ہے (مظہری) ●

سَوِیًّا : سیدھا درست صحیح بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں سَوِیٌّ اس کو

کہا جاتا ہے جو مقدار اور کیفیت دونوں حیثیت سے افراط و تفریط سے محفوظ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا (تین رات تک بھلا چنگا) اور فرمایا مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ (کون ہیں سیدھی راہ والے) اور رجل سوی وہ ہے جس کے اخلاق میں اور خلقت میں افراط و تفریط کے اعتبار سے معتدل ہوں۔ (لغات القرآن)

مفہومات مزید ★ جب کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے خاص دعا اولاد کے لئے عرض کی تھی ان کی دعا مستجاب ہوئی باری تعالیٰ نے انہیں یہ خوشخبری دی کہ اے زکریا ہم تم کو ایک فرزند سعادت مند کی نوید دیتے ہیں جس کا نام بھی ہم نے یحییٰ رکھ دیا ہے اور اسے جن صفات خاص سے سرفراز فرمایا جا رہا ہے اس سے قبل کسی اور کو ان صفات سے متصف نہیں کیا ہے۔● حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کی میرے مولیٰ کریم مجھے اولاد کس طرح ہوگی کیوں کہ میری بیوی بانجھ ہے اس میں بال بچے کی فطری طور پر اہلیت ہی نہیں اور ادھر میرا یہ حال ہے کہ کبرسنی کی وجہ سے میری ہڈیاں خشک ہو چکی ہیں جب بہت بوڑھا ضعیف ہو چکا ہوں۔● حضرت زکریاؑ کے پاس جو فرشتہ اولاد کی خوشخبری بحکم الٰہی لایا تھا اس نے حضرت زکریاؑ سے کہا یا پھر بلا واسطہ خالق کائنات رب العالمین نے ارشاد فرمایا ایسا ہی ہوگا یعنی اگرچہ کہ تمہاری زوجہ بانجھ ہے اور تم ضعیف و لاغر ہو مگر اللہ کا منشاء اور حکم یہی ہے کہ تم دونوں صاحب اولاد ہو اور یونہی ہوگا یہ بات اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے کیوں کہ وہ قدرت والا ہے خالق جزو کل ہے اس نے تم کو عدم سے وجود میں لایا تمہیں پیدا کیا۔ ورنہ تم کچھ بھی نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ہر چیز ممکن اور آسان ہے۔● حضرت زکریا علیہ السلام نے معروضہ کیا اس فضل خاص کے ظہور کے سلسلہ میں میرے لئے کوئی نشانی یا علامت مقرر فرما دے۔ فرمان ہوا کہ تمہارے لئے یہ نشانی ہوگی کہ تندرست اور بولنے کی صلاحیت ہونے کے باوجود تین راتوں تک کسی شخص سے بات کر نہ سکو گے حالانکہ بولنے سے روکنے والی کوئی بیماری یا رکاوٹ نہ ہوگی زبان بھی موجود رہے گی پھر بھی گفتگو نہ کر پاؤ گے جب ایسا ہو تو سمجھ لو کہ انعام الٰہی یعنی نعمت اولاد کی خوشخبری کے ایام قریب ہیں یہاں تین راتوں سے مراد تین راتیں ہی نہیں دن بھی شامل ہیں یعنی تین رات اور تین دن۔●

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝
يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۙ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ
وَكَانَ تَقِيًّا ۙ وَّبَرًّاۢ بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ
يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝ ع

پھر آپ نکل کر آئے اپنی قوم کے پاس (اپنے) عبادت خانہ سے تو اشارہ سے انہیں سمجھایا کہ تم پاکی بیان کرو (اپنے رب کی) صبح و شام * اے یحییٰ پکڑ لو اس کتاب کو مضبوطی سے اور ہم نے عطا فرما دی ان کو دانائی جب کہ وہ بچے تھے * نیز عطا فرمائی دل کی نرمی اپنی جناب سے اور نفس کی پاکیزگی اور وہ بڑے پرہیزگار تھے * اور وہ خدمت گزار تھے اپنے والدین کے اور وہ جابر (اور) سرکش نہ تھے * اور سلامتی ہو ان پر جس روز وہ پیدا ہوئے اور جس روز وہ وفات پائیں گے اور جس روز انہیں اٹھایا جائے گا زندہ کر کے۔ (۱۹/ ۱۱ تا ۱۵ * ت: ض)

۱۱۔ "تو اپنی قوم پر حجرہ سے باہر آیا" یعنی حضرت زکریا علیہ السلام حجرہ یا اپنے خاص مصلیٰ سے نماز فجر ادا کر کے نکلے آپ کے جانبازان آپ کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ یہ واقعہ دعا اور بشارت سے بہت عرصہ بعد ہوا۔ کیونکہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا بی بی مریم کے لڑکپن میں ہوئی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت حضرت مریم کی عمر بیس یا تیرہ سال تھی اس کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ہم عمر ہیں صرف چھ ماہ بڑے ہیں (روح)۔ "تو انہیں اشارے سے کہا کہ صبح و شام تسبیح کرتے رہو"۔ معلوم ہوا کہ ایسے موقع پر پیغمبر اشاروں سے بھی تبلیغ فرماتے ہیں ان کا کوئی وقت تبلیغ سے خالی نہیں ہوتا (نورالعرفان)

۱۲۔ اے یحییٰ کتاب کو مضبوط پکڑ لو۔ کتاب سے مراد کتاب کے احکام و مضامین ہیں اس پر خوب مضبوطی سے قائم رہو اور اس راہ میں جو کچھ بھی مشکلات پیش آئیں ان کا مقابلہ صبر و استقامت سے کرو۔ (قرطبی)
الکتاب سے مراد اس زمانہ کی کتاب شریعت الٰہی ہے یعنی توریت۔ یہ ارشاد حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اس وقت ہوا جب آپ سن تمیز کو پہنچ چکے تھے۔ الحکم کے معنی نبوت بھی ہو سکتے ہیں اور حکمت، شریعت، عقل، فہم بھی بہر حال حکم کے تحت میں علمی و ذہنی کمالات آگئے۔ (تفسیر ماجدی)

۱۳۔ اور ہم (نے دی یحییٰ (علیہ السلام) کو) اپنے پاس سے رحمت اور گناہوں سے طہارت۔ رحمت دینے کا مطلب دو طرح سے ہو سکتا ہے ۱۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام پر اللہ نے رحم کیا ان پر رحمت نازل کی۔

۱۳ - ان کے دل میں ماں باپ کے لئے رحم یعنی ماں باپ پر رحم کرنے کا جذبہ پیدا کر دیا۔ بعض اہل علم نے حنانا کا ترجمہ ہیبت و وقار یا رزق یا برکت کیا ہے۔ صاحب قاموس نے لکھا ہے حنانٌ بروزن سَحَابٌ رحمت، رزق، ہیبت، وقار اور دل کی نرمی۔ حنان بمعنی رحیم صفت کا صیغہ لفظ حنان سے ہی بنایا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کا وصفی نام ہے۔ زکوٰۃً یعنی گناہوں سے پاک دامن رہنا۔ بعض کے نزدیک طاعت و اخلاص۔ قتادہ اور ضحاک کے نزدیک عمل صالح مراد ہے۔ کلبی نے کہا زکوٰۃ سے مراد ہے محض عطیہ الٰہی جو حضرت یحییٰؑ کے والدین کو بصورت یحییٰ عطا ہوا تھا۔" اور وہ تھا پرہیزگار" یعنی الطاعت شعار، مخلص، طاعت گزار، حتیٰ نہ کبھی گناہ کیا نہ گناہ کا ارادہ۔ (تفسیر مظہری)

۱۴ - حضرت یحییٰ علیہ السلام کو لڑکپن ہی میں حکم یعنی حکمت اور فہم و دانائی اور نرم دلی اور محبت اور دل دردمندی اور طہارت ظاہری و باطنی عطا کی گئی تھی یہ چند اوصاف حمیدہ بیان فرمائے تاکہ وعدۂ الٰہی کہ اس سے پہلے کوئی اس کا ہم نام اور ایسے اوصاف کا نہیں پیدا ہوا صادق آئے اور وہ اوصاف یہ ہیں کہ ان کو لڑکپن ہی میں دیئے گئے تھے ظاہر و باطن میں پاک اور بابرکت تھے نہایت پرہیزگار اور خدا ترس تھے ماں باپ کے فرمانبردار تھے جبار و سرکش نہ تھے (تفسیر حقانی)

۱۵ - اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی اور امان ہو یحییٰ علیہ السلام پر۔ یہ عبارت دراصل "وسلمنا علیہ فی هذه الاحوال" یعنی ہم نے یحییٰ علیہ السلام پر ان احوال میں سلام بھیجے اس لئے کہ یہی حالات زیادہ وحشتناک ہوتے ہیں پھر جملہ فعلیہ کو جملہ اسمیہ کی طرف منتقل کیا گیا تاکہ سلام کے استقرار و ثبات پر دلالت ہو اس لئے وحشت کا دور ہونا صرف سلام کے ثبات و دوام سے ہو سکتا ہے اور بس۔ یَوْمَ وُلِدَ - اس وقت کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے مطلب یہ ہے کہ بچے کی پیدائش کے وقت شیطان ڈراتا ہے لیکن ہم نے سلامتی اور امان نازل فرما کر یحییٰ علیہ السلام کو محفوظ کر لیا۔ وَيَوْمَ يَمُوتُ اور اس وقت جبکہ وہ طبعی موت سے واصل ہوں گے یہ وقت بھی اور اس کے بعد قبر کے اوقات وحشتناک ہوتے ہیں لیکن ہم نے یحییٰ علیہ السلام کو امن و سلامتی سے نوازا۔ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا اور اس وقت جب کہ قیامت میں زندہ ہو کر اٹھائے گئے تو بعض قیامت اور عذاب سے سلامتی اور امن بخشیں گے

نکتہ: ولادت، موت، قبر سے محشر کے لئے اٹھنے کے مواقع اس لئے وحشتناک ہیں کہ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو اسے دنیا کا عالم ایک اجنبی ملک محسوس ہوتا ہے، اسی لئے پیدا ہوتے ہی دھاڑیں مارتا ہے۔ اور جب مرے گا تو قبر میں ایسے لوگوں سے ملاقات ہوگی جو دنیوی زندگی سے مانوس ہوں گے اور محشر میں اٹھے گا تو ویسے آپ کو ایسی عدالت میں پائے گا جسے اس نے کبھی دیکھا نہ تھا لیکن یحییٰ علیہ السلام کو ان وحشتناک مقامات سے امان اور سلامتی بخشی گئی۔ (روح البیان)

لغوی اشارے ☆ خرج: وہ نکلا خُرُوْج سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ▲ المحراب: اسم ظرف، محاریب جمع - کمرہ، بالاخانہ، کوٹھی ▲ سَبِّحُوْا: تم تسبیح پڑھو، تم پاک بیان کرو، تم عبادت کرو

تسبیح کرے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ▲ بُكْرَةً : دن کا اول حصہ، صبح ▲ عَشِيًّا : شام، سورج ڈھلے، دن ڈھلے، تیسرے پہر، بعد زوال، دن کا پچھلا وقت ۔ مولانا حمید الدین فراہی مفردات القرآن میں لکھتے ہیں ۔ عشی سورج ڈوبنے سے پہلے کا وقت ہے جب کہ سورج کی روشنی پھیکی پڑنے لگتی ہے اور جن شہروں میں فضا صاف نہیں ہوتی وہاں دھوپ پیلی پڑ جاتی ہے ۔ اور یہی نماز عصر کا وقت ہوتا ہے اس وقت میں قدیم زمانہ سے لوگ نماز پڑھتے آئے ہیں ۔ علامہ احمد فیومی نے المصباح المنیر میں اہل لغت سے اس کے حسب ذیل معانی نقل کئے ہیں ۔ ۱ ۔ زوال کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک اور اسی بنا پر ظہر اور عصر کو صلاتا العشی کہتے ہیں ۔ ۲ ۔ دن کا پچھلا وقت ۳ ۔ زوال سے لے کر صبح کا وقت ہے ۔ عشیۃ سے عشاء دونوں کے معنی میں نماز مغرب سے لے کر عشاء کی نماز تک کا وقت اسی لئے ابن فارس نے العشاء ان کا ترجمہ مغرب و عشاء کیا ہے ۔ امام راغب اصفہانی نے اس کے معنی زوال سے لے کر صبح تک کے ہی لکھے ہیں اور آخر عام ہیں کہ اہل لغت نے اس کے جتنے معانی لکھے ہیں اس میں آجاتے ہیں ▲ صَبِيًّا : بچہ، لڑکا ۔ صاحب قاموس نے صبی کے معنی اس بچہ کے لکھے ہیں کہ جس نے ابھی دودھ نہ چھوڑا ہو اور راغب نے لکھا ہے کہ صبی وہ بچہ ہے جو بلوغ کو نہ پہنچا ہو اور یہی صحیح ہے صُبُوٌّ سے جس کے معنی نادانی کی طرف مائل ہونے کے ہیں ۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے صِبْيَةٌ اور صِبْيَانٌ جمع ۔ (لغات القرآن)

معنویات مزید ✱ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق حضرت یحییٰ علیہ السلام کی زبان بستہ ہو گئی ۔ آپ اپنے حجرۂ خاص سے باہر آئے اور اپنی قوم والوں کو زبان کے بجائے اشاروں سے حکم فرمایا کہ تم سب صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح ذکر و عبادت کرو ۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہو چکا تھا حضرت زکریا علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حاملہ ہو چکی تھیں اور وہ نشانی جس کے متعلق پہلے ہی فرما دیا گیا تھا کہ صحت زبان کے باوجود بات نہیں کر سکو گے ظاہر ہو گئی اور حضرت زکریا علیہ السلام نے اشاروں سے ذکر و تسبیح کا لوگوں کو حکم دیا البتہ خود حضرت زکریاؑ اپنی زبان سے تسبیح و ذکر فرما سکتے تھے خیال ہے لوگوں کو اشارے سے تسبیح کی ہدایت دی اور اس نعمت عظیم یعنی اولاد کے شکرانے میں خود بھی بکثرت تسبیح بیان کرتے رہے ● حضرت یحییٰ علیہ السلام کو صغر سنی ہی میں منصب ہدایت عطا ہو چکا تھا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم فرمایا کہ اے یحییٰ کتاب یعنی توریت کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رہو یعنی اس کے احکام ہدایات اور ارشادات پر عمل پیرا رہو ۔ توریت پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری رکھو ● اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اپنے فضل و رحمت سے اس طور پر نوازا کہ انہیں اپنے کرم سے شفقت و طہارت و پاکیزگی دی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام بڑے متقی خدا ترس عابد و زاہد پرہیزگار تھے ● حضرت یحییٰ علیہ السلام بڑی خوبیوں کمالات اعمالیوں سے ممتاز تھے وہ اپنے والدین سے بہترین حسن سلوک، ان کی خدمت، فرماں بردار اور مطیع تھے ۔ سخت تشدد اور جبر کرنے والے نہ تھے بلکہ نہایت متواضع خلیق اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت گزار تھے ● پیدائش کا وقت بڑا اہم ہے کیونکہ بچہ ایک نئے عالم میں آتا ہے اس کے لئے وحشت کا باعث بھی بنتا ہے علاوہ ازیں موت کا موقع و نیز حشر کے وقت کی ہولناکیاں یہ تین ایسے مواقع ہوتے ہیں جب امان و سلامتی بہت اہمیت رکھتی ہے اللہ پاک نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے ان تینوں مواقع پر سلامتی و امان کا سامان فرمایا ۔

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝ فَاتَّخَذَتْ
مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝
قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ
رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ
يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِيًّا ۝

اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب اپنے گھر والوں سے پورب کی طرف ایک جگہ الگ گئیں * تو ان سے اُدھر ایک پردہ کرلیا تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی بھیجا وہ ان کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا * بولیں میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے خدا کا ڈر ہے * بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ستھرا بیٹا دوں * بولیں میرے لڑکا کہاں سے ہوگا مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہ لگایا نہ میں بدکار ہوں (۱۹/۱۶ تا ۲۰ * ت: ک)

۱۶۔ دوسرا تذکرہ حضرت مریم علیہا السلام کا ہے اس قصہ کی ابتداء یہاں نہیں بیان کی بلکہ ان آیات میں ہے اذ قالت امراۃ عمران رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا (۳/۳۵) بنی اسرائیل میں ایک شخص عمران نامی تھا (یہ عمران موسیٰ علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ اور شخص تھے)۔ ان کی بیوی حنہ بڑی نیک بی بی تھیں جو حضرت زکریا علیہ السلام کی زوجہ کی بہن تھیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے منت مانی تھی کہ الٰہی یہ جو مجھے حمل رہا ہے اگر لڑکا پیدا ہوا تو میں تیری نذر کروں گی یہود میں ایسی نذروں کا قدیم دستور تھا لیکن عمران کی زوجہ نے لڑکی کو جنم دیا یعنی مریمؑ۔ جس پر انہیں بہت افسوس ہوا کہ لڑکا ہوتا تو بیت المقدس کی خدمت کرتا (جیسا کہ دستور تھا) لیکن لڑکی کیا کرے گی تاہم حضرت مریم کو کمسنی ہی میں ان کی ماں بیت المقدس میں چھوڑ آئیں ان کے خالو حضرت زکریا علیہ السلام جو بیت المقدس کے امام تھے ان کی پرورش کے ذمہ دار ہوئے۔ زکریاؑ نے مریمؑ کے لئے بیت المقدس کے مکانات میں سے ایک جدا مکان تجویز کیا اور وہی ان کے پاس کھانا پانی پہنچایا کرتے تھے۔ (تفسیر حقانی)

۱۷۔ حضرت مریمؑ بیت المقدس کے مشرقی گوشے میں واقع اپنے حجرہ میں عبادت و ریاضت میں مشغول رہا کرتی تھیں آپ ایک روز اسی طرح گوشۂ تنہائی میں مصروف عبادت تھیں کہ اچانک دیکھا کہ ایک تندرست اور خوبرو جوان ان کے بالکل نزدیک کھڑا ہے۔ آپ یہ خیال کرکے گھبرا گئیں کہ اس کی نیت اچھی نہیں یا فوراً اسے خدائے رحمٰن کا واسطہ دے کر اسے روکا۔ وہ اچانک آنے والا حضرت جبرئیل علیہ السلام

تھے جو بشری صورت میں ان کی خلوت "گاہ" میں آ کھڑے تھے اس کی حکمت واضح ہے کیونکہ حضرت مریمؑ حضرت جبرئیل کو ان کی ملکوتی شکل میں دیکھنے کا حوصلہ نہ رکھتی تھیں۔ (بحوالہ ضیاء القرآن)

۱۸۔ "وہ بولیں (حضرت مریمؑ نے کہا) میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو خدا ترس ہے" یعنی اگر تو کچھ بھی خوف خدا رکھتا ہے تو میں تجھ سے خدا ہی کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ تیرا یہاں کیا کام۔ یہ آپ نے اس طرح گھبرا کر فرمایا جیسے کہ ہر پاکباز، نیک اور شریف عورت کسی اجنبی کو اپنے خلوت خانہ میں چلے آتے دیکھ کر قطعاً یہی کہے گی۔ بحوالہ (تفسیر ماجدی)

۱۹۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ میں تیرے رب کا فرستادہ ہوں تیرے رب نے مجھے بھیجا ہے تاکہ ایک پاک دامن لڑکا تجھے عطا کروں۔ یعنی میں آدمی نہیں ہوں جس سے تم ڈر رہی ہو اور اللہ کی پناہ مانگ رہی ہو میں فرشتہ ہوں اللہ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ تمہیں اب فرزند تمہارے کرتے میں پھونک مار کر عطا کروں جو گناہوں سے پاک اور معصوم ہوگا۔ زکیّا: پاک، معصوم، یا خیر و صلاح میں ترقی کرنے والا اور ہر دم بھلائی کی طرف چڑھنے والا۔ صوفیہ کا قول ہے جس کے دونوں دن برابر ہوں (یعنی جتنی خیر و صلاح اس نے کل حاصل کی تھی اتنی ہی آج حاصل ہو، ترقی نہ ہوئی ہو) وہ گھاٹے میں ہے۔ (تفسیر مظہری)

۲۰۔ ظاہری اسباب نہ ہونے سے متعجب ہو کر فرمایا مجھے لڑکا کیسے ہوگا؟ (بی بی صاحبہ کو قدرت ایزدی سے بعید ہونے سے نہیں بلکہ اسباب عادیہ کے فقدان کی وجہ سے تعجب ہوا۔ فرمایا اور مجھے تو کسی آدمی نے آج تک ہاتھ نہیں لگایا یعنی میرے ساتھ کسی نے نکاح ہی نہیں کیا۔ اس سے حلال وطی کی طرف اشارہ فرمایا یہاں بغیا سے زنا مراد نہیں لیا۔ اس لئے کہ آپ کی پاک دامنی کا اظہار تو پہلے ہو گیا اور وہ ایسے خبیث فعل سے نفرت کا اظہار پہلے فرما چکی تھیں اور شاید یا تھا کہ یہ تمام ناجائز کام ہے یا ممکن ہے زنا کو مراد ہو حالانکہ میں بدکار بھی نہیں ہوں۔ (روح البیان)

لغوی تشریح ✶ اِنْتَبَذَتْ: باب افتعال کا ماضی مطلق واحد مؤنث اس کا مصدر ہے انتباذ۔ نبذ سے مشتق ہے بمعنی الگ ہونا اور خلوت میں علیحدہ ہو جانا ہے۔ ∆ شَرْقِیًّا: شرقی، مشرق کی سمت والا۔ مشرق کے معنی جانب مشرق کے ہیں جس طرف سے سورج نکلتا ہے اور ی اس میں نسبت کی ہے۔ ∆ حِجَاب: پردہ، اوٹ، ملنے سے روکنا۔ مصدر ہے حجب جمع۔ آیت شریفہ "و بینھما حجاب" (اور دونوں کے بیچ میں پردہ ہے) میں حجاب سے ایسا پردہ مراد نہیں ہے جو دیکھنے سے روکے بلکہ وہ آڑ مراد ہے جو جنت کی لذت و نعمت کو دوزخیوں تک پہنچنے سے مانع ہے۔ ∆ اَعُوْذُ: میں پناہ چاہتا ہوں (نصر) عوذ سے جس کے معنی دوسرے سے التجا کرنے، اس سے متعلق ہونے اور پناہ مانگنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ ∆ اَھَبَ: میں بخشوں، دے جاؤں (فتح) وھب سے جس کے معنی دینے بخشنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ ∆ اَکُ: میں ہوں (نصر) کون سے جس کے معنی ہونے

1826

کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم اَکُ۔ اصل میں اَکُوْنُ تھا جزم آجانے سے اجتماع ساکنین کے باعث
واؤ گر گیا △ بَغِیًّا : بدکار، بَغْیٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ۔ (لغات القرآن)

معلومات مزید ✶ اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کتاب جلیل قرآن حکیم میں حضرت مریم علیہا السلام کا تذکرہ کیجئے۔ حضرت مریمؑ کا قصہ حضرت زکریاؑ کے قصہ سے بڑی مناسبت رکھتا ہے۔ حضرت مریمؑ کا یہ قصہ اس وقت ہوا جب وہ اپنا خاندان والوں سے علیحدہ ہو کر ایک ایسے مکان میں آگئیں جو جانب مشرق واقع تھا ● حضرت مریمؑ نے اس گوشۂ مشرقیہ میں جا کر ان سے ایک پردہ آڑ کر لیا اور یہ پردہ یا تو غسل کرنے کے لئے کیا یا خاص عبادت الٰہی کے لئے آڑ کر لیا تاکہ انہیں کوئی نہ دیکھ سکے اور وہ کسی کو نہ دیکھ سکیں تاکہ یکسوئی اور خضوع میں حرج نہ ہو۔ اس واقعہ کے وقت حضرت مریمؑ نو عمر تھیں۔ محققین نے کہا ہے کہ آپ کی عمر اس وقت ۱۳ سال تھی لیکن بعض نے کہا کہ ۱۰ سال کا سن تھا اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک فرستادہ بھیجا یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام بھیجے گئے کہ جن پر غلبہ روحانیت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے احکام و وحی انبیاء کے پاس لانے کے عظیم منصب پر فائز ہیں اور جو روح پھونکنے پر مامور اور ان کے دم پھونک سے عیسیٰ علیہ السلام ہوئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام جب بشری روپ میں یعنی ایک خوبصورت نوجوان آدمی کی شکل میں ظاہر ہوئے تو ان کی حقیقت ملکی یعنی نورانی و روحانی اصلیت بدل نہ سکی موقتی طور پر وہ بشری روپ میں باذن رب ظاہر ہوئے تھے ● حضرت مریمؑ نے حضرت جبرئیلؑ کو بشری روپ میں اس طرح اچانک اپنے حجرہ میں دیکھا تو گھبرا گئیں اور ان سے کہنے لگیں کہ یہاں سے ہٹ جاؤ۔ میں اللہ تعالیٰ جو رحمٰن ہے اس سے پناہ مانگتی ہوں اور میں تمہیں اس رب کائنات کا واسطہ دیتی ہوں کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ حضرت مریمؑ کی گھبراہٹ اور اب کہنا عین فطری تھا ● حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت مریمؑ کی گھبراہٹ اور آپ کی باتیں سن کر کہا کہ گھبرائیے نہیں میں کوئی بشر نہیں بلکہ رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں اور میرے آنے کا مقصد یعنی میرا آنا اس لئے ہے تاکہ میں دوں تجھ کو ایک ستھرا بیٹا۔ بعض نے یوں ترجمانی کی ہے کہ "دلواؤں" دینے والا ہر دو کا رب ہے مگر وہ ذریعہ تھے ● حضرت بی بی مریمؑ نے فرستادہ رحمٰن حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ بھلا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ مجھے لڑکا ہو کیونکہ نہ تو اب تک میرا نکاح کیا ہے یعنی کسی مرد نے مجھے چھوا تک نہیں اور نہ میں بدکار ہوں ●

قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً
مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ○ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ○ فَاَجَآءَهَا
الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا
مَّنْسِيًّا ○

(فرشتہ نے) کہا (یہ) یوں ہی ہوگا تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ یہ میرے لئے آسان ہے اور یہ (اس لئے بھی) تاکہ ہم اسے لوگوں کے لئے نشان بنا دیں اور اپنی طرف سے سبب رحمت اور یہ ایک بات طے شدہ ہے * پھر ان کے حمل قرار پا گیا۔ پھر وہ اسے لئے ہوئے ایک دور جگہ چلی گئیں * سو انہیں درد زہ ایک کھجور کے درخت کی طرف لے گیا (اور) وہ بولیں کاش میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی اور بھولی بسری ہوگئی ہوتی۔ (۱۹/۲۱ تا ۲۳ * ت: ۲)

۲۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "آپ کے ہاں بچہ پیدا ہوگا اگرچہ نہ آپ کا شوہر ہے اور نہ آپ بدچلن ہیں" فرشتہ نے آپ کو جواب دیتے ہوئے کہا: "اور اللہ تعالیٰ جو چاہے اس پر پوری طرح قادر ہے۔ اس لئے فرمایا: تاکہ یہ لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل اور علامت بن جائے جو ہر چیز کا خالق ہے اور اس نے لوگوں کو طرح طرح سے پیدا کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو مرد و زن دونوں کے بغیر پیدا کیا۔ حواء کو زن کے بغیر صرف مرد سے پیدا کیا۔ باقی ذریت کی تخلیق مرد و زن دونوں سے ہوتی ہے۔ سو اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ کوئی رب"۔ پھر فرمایا: "یہ بچہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت ہے جو منصب نبوت پر فائز ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور توحید کی دعوت دے گا۔ اس ارشاد وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا کے متعلق یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حضرت جبریل علیہ السلام کی کلام کا حصہ ہو جو انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کی تھی اور اس سے حضرت مریم کو یہ بتانا مقصود تھا کہ یہ امر اللہ تعالیٰ کے علم قدرت اور مشیت میں حتمی طور پر مقدر ہو چکا ہے اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس جملہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دے رہا ہو اور یہ حضرت مریم علیہا السلام میں روح کے پھونکنے سے کنایہ ہو۔ (تفسیر ابن کثیر)

۲۲۔ "پھر ان کے پیٹ میں لڑکا رہ گیا پھر اس (حمل) کو لئے ہوئے کسی دور جگہ میں الگ چلی گئیں"۔ فرشتے کے قول پر مریم ؑ کو اطمینان ہو گیا اور فرشتہ نے ان کے گریبان میں پھونک ماری۔ پھر مریم ؑ نے وہ کرتا پہنا تو حاملہ ہو گئیں۔ اور حمل کو اپنے گھر والوں سے دور ایک جگہ پوشیدہ ہو گئیں۔ حضرت ابن عباس ؓ نے کہا کہ وادی بیت المقدس کے آخری حصہ میں چلی گئیں تاکہ لوگ ان کو نام نہ دھریں، تہمت

سے بچنے کے لئے وہ بستی سے الگ چلی گئیں۔ مدت حمل کتنی ہوئی بقول علماء کے اقوال اس سلسلہ میں مختلف ہیں
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا حمل اور ولادت سب کچھ ایک ہی ساعت میں ہو گیا۔ بعض نے کہا دوسری عورتوں
کی طرح نو مہینے کے بعد حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے کسی نے آٹھ ماہ اور کسی نے چھ ماہ کی مدت بیان کی۔ مقاتل بن سلیمان
نے کہا ایک ساعت میں وہ حاملہ ہوئیں۔ دوسری ساعت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت بنی اور تیسری ساعت میں
زوال کے بعد حضرت عیسیٰ پیدا ہو گئے۔ اس وقت حضرت مریم ۲ دس سال کی تھیں۔ (تفسیر مظہری)

۲۳۔ جب وقت پورا ہو گیا اور وضع کا درد شروع ہوا تو کھجور کے ایک تنے کی اوٹ میں آ گئیں۔ وضع حمل کی
تکلیف ہے کوئی دایا پاس نہیں اور سر چھپانے کے لئے کوئی چھت تک نہیں اور یہ احساس تیز تر ہو گیا ہے کہ
اب تک لوگوں کی نظروں سے چھپی رہی اور اب بچہ پیدا ہو گا تو اسے کہاں چھپاؤں گی اور لوگوں کو کیا
منہ دکھاؤں گی۔ شدتِ بیقراری و درماندگی میں یہ الفاظ زبان پر آ رہے تھے۔ یالیتنی ... الآیہ۔ غور کیجئے!
اگر یہ حمل نے دنیا کے ساتھ ہوتا تو وہ اپنے گھر میں آرام سے پلنگ پہ لیٹی ہوتیں۔ زیادہ نہ سہی ایک آدھ دایا خبر گیری
کے لئے ضرور پاس ہی ہوتی۔ لیکن اب یہی ہوا ہے کہ غیر شادی شدہ عورت بچہ کی پیدائش کے لئے تنہا وادیوں میں
گھوم رہی ہے۔ اسے ایک سوکھا ہوا کھجور کا تنا نظر آئے تو اس کی پناہ لینے میں ہی غنیمت سمجھے (ضیاء القرآن)
سورۃ۔ تو اسے "جبریل ۲ نے وادی کے نشیب سے" اس کے تلے سے پکارا کہ غم نہ کھا" اپنی تنہائی کا اور کھانے
پینے کی کوئی چیز موجود نہ ہونے کا اور لوگوں کی بدگوئی کرنے کا "بیشک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر جاری کی
ہے" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یا حضرت جبریل ۲ نے اپنا ایڑ زمین پر مارا تو آب
شیریں کا ایک چشمہ جاری ہو گیا اور کھجور کا درخت سرسبز ہو گیا پھل لایا وہ پھل پختہ اور رسیدہ ہو گئے۔ (حاشیہ

لغوی اشارے ★ هَيِّنٌ: صفت مشبہ مرفوع هَوْنٌ سے (نصر) آسان ۵ مَقْضِيًّا: اسم مفعول
واحد مذکر قضاءٌ مصدر۔ فیصل شدہ۔ مقرر ۵ قَصِيًّا: صفت مشبہ قصایا دور، الگ ۵ الْمَخَاضُ:
اسم۔ درد ولادت، درد زہ جسید ہو۔ درد زہ ہونا، درد ولادت ہونا مَخَضَتِ الْحَامِلُ الْمَخَاضَ
حاملہ کو درد ولادت ہوا (فتح) تَمَخَّضَ الْوَلَدُ (باب تفعل) باہر نکلنے کے لئے بچہ نے پیٹ میں
حرکت کی ۵ جِذْعِ: تنا، ٹہنا، شاخ۔ جُذُوعٌ کا مفرد ہے ۵ النَّخْلَةِ: اسم مفرد۔ تاء
وحدت، کھجور کا ایک درخت ۵ مِتُّ: واحد متکلم ماضی معروف موتٌ مصدر۔ میں مر گئی ہوتی
میں مر جاتی تو کیا ۵ نَسْيًا: اسم، بھولی ہوئی ایسی متروک جس کو کوئی نہ پہچانے نہ یاد کرے۔
نسیاً منسیاً کا ترجمہ ہوا بھولی بسری ۵ (لغات القرآن)

معلومات مزید ★ حضرت مریم ۲ نے فرشتہ کی بات سن کر کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تب جبریل ۲ نے کہا کہ
ایسا ہی ہو گا آپ ایک بچہ کی ماں بنیں گی حالانکہ نہ آپ کا نکاح ہوا ہے اور نہ بری راستے پر چلنے
والی ہیں۔ آپ کو اولاد ہونا اللہ کی مرضی ہے اللہ جب چاہتا ہے ویسا ہی کرتا ہے اور جو چاہے ہو اس
پر پورا اختیار ہے اس کو بغیر نکاح و بدچلنی کے بھی وہ آپ کو بچہ سرفراز کرنے پر قدرت رکھتا ہے

1829

یقیناً ایسا کرنے میں اس کی حکمت ہے تاکہ سب جان جائیں کہ اللہ کی قدرت کیا ہے۔ یہ بچہ خود دلیل و علامت قدرت الٰہی بن جائے اور یہ کام اللہ کے لئے آسان ہے وہ جب جیسا چاہے کچھ بھی پیدا کر سکتا ہے۔ تب فرشتہ نے حضرت مریمؑ کے کرتے کو لیا اور اس کے گریبان میں دم کر دیا جب حضرت مریم نے اس کرتے کو پہنا تو اس کی برکت سے انہیں حمل ٹھہر گیا۔ آپ ایسے مکان کو چلی گئیں جو گھر والوں سے دور تھا۔ یعنی شہر کے باہر دو میل دور تھا یا بیت لحم تشریف لے گئیں۔ اس ضمن میں ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "میں شب معراج ایک مقام پر پہنچا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی آپ یہاں اتر کر دو رکعت نماز پڑھئے جب میں فارغ ہوا تو جبرئیل نے عرض کی یہ وہی مقام ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اسے بیت لحم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔"

جب درد زہ شروع ہوا تو اس کی شدت کے باعث آپ ایک کھجور کے درخت کے تنے کے پاس تشریف لائیں اور اس کے سہارا لے کر بیٹھ گئیں۔ درد کی زیادتی کے باعث حضرت مریمؑ نے کہا کہ کاش اس سے پہلے کہ یہ سب کچھ ہوتا میں مر گئی ہوتی اور بھولی بسری ہو گئی ہوتی۔ محققین نے تحریر کیا ہے کہ فرط غیرت اور عام بدنامی کے خیال سے یہ الفاظ آپ نے کہے۔

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ○ وَهُزِّيْٓ
اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ○ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَ
قَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ
صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ○ ۚ

پھر اس کے پائیں سے (فرشتے نے) آواز دی کہ غم نہ کرو تمہارے رب نے تمہارے پائیں میں ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے * اور اپنی طرف کھجور کے پیڑ کو ہلاؤ تم پر پکی تازہ کھجوریں گر پڑیں گی * سو تم کھاؤ پیو اور آنکھ ٹھنڈی کرو پھر جو تم کسی آدمی کو دیکھو تو کہہ دینا کہ میں نے رحمٰن کے لئے روزہ مانا ہے اس سو آج کے دن کسی شخص سے بات نہ کروں گی۔ (۱۹/۲۴ تا ۲۶ * ت: ج)

۲۴۔ "حضرت جبرئیل امین نے ندا دی" محققین کا کہنا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام ایک ٹیلے پر تھیں اور ٹیلے کے پیچھے نیچے سے ندا دینے والے نے آواز دی جب انہوں نے سنا کہ حضرت مریم گھبرا گئی ہیں تو اطمینان دلایا کہ اکیلے میں اور خورد و نوش کی اشیاء کے لئے فکرمند نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹی سی نہر جاری فرما دی ہے تاکہ حضرت مریمؑ پانی پی سکیں۔ اس نہر کو بی بی مریم کے حکم کا پابند کر دیا گیا تھا کہ وہ جاری ہونے یا رکنے کا حکم دیں تو جاری ہو جائے اور رک جائے۔ حضرت جبرئیلؑ نے پاؤں مارا تو نہر جاری ہوئی یا چشمہ پھوٹا یا بروایت دیگر خود حضرت عیسیٰؑ نے اپنی پیدائش کے بعد جب پاؤں مارا تو نیچے پانی کا چشمہ جاری ہوا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہاں ایک خشک نہر تھی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس میں پانی جاری کر دیا خشک کھجور پر پتے نکل آئے اور اس پر پھل لگ کر پک گیا (بحوالہ تفسیر مظہریؒ)

۲۵۔ اور اسے ذرا سا ہلا جھنجھوڑ اس کھجور کے ڈنڈ کو جس پر اس وقت بجز خشکی پرانی گدلائی ہوئی لکڑی کے کچھ نہ تھا۔ ہاتھ لگانا تھا کہ اب جو عمر رسیدہ ہے اپنی طرف جھکاؤ۔ یہ بدائع کلام حضرت جبرئیل کا تھا جو آپ نے "من تحتہا" مریم علیہا السلام سے نچلی سطح نہر کے کنارے ظاہر ہو کر فرمایا۔ یہ حضرت مریمؑ کے ہاتھ کی کرامت کہ ہاتھ لگتے ہی وہ تنا زندہ درخت بنا اس میں شاخیں نکلیں پتے پھوٹے کلیاں کھلیں پھل بن کر تسقط علیک رطبا جنیا۔ اسی وقت تازہ مکمل پختہ اور بہترین میٹھی کھجوریں ایک گچھے کی شکل میں ٹوٹ کر ایک قریبی پتھر یا آپ کی جھولی میں گر پڑیں۔ درد زہ کی حالت میں عورت کو چلنا اور معمولی محنت کرنا زچگی کے

بہت مفید ہوتا ہے اس لئے اس حالت میں یہ دونوں کام آئے کہ اسے گرم حلوہ یا آٹا ملی کا سفر اور کھجور پر آرام سے بیٹھنے کے بعد کھجوروں کا تھوڑا استعمال۔ (اشرف التفاسیر)

۲۵: "پس اس کھجور کے میوہ کو کھاؤ اور نہر کا پانی پیو" (نکتہ) اکل کو شرب سے مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نفاس والی کو طعام کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔ بچہ کی پیدائش کے بعد کھجوریں اور میٹھی چیزیں بالخصوص کھجور چبا کر نومولود کے منہ میں ڈالنا جسے عربی میں تحنیک کہا جاتا ہے کی ابتداء یہاں سے شروع ہوئی اسے ہماری بولی میں گھٹی کہا جاتا ہے۔
ف: بعض کہتے ہیں کہ وہ عجوہ کھجور تھی جسے حجاز میں ام التمر کا لقب حاصل ہے (قاموس) "اور آنکھیں ٹھنڈی کر" یعنی اپنا دل خوش کرو اور دل سے غم و حزن کو نکال دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے خرق عادت کا ظہور فرمایا۔
نہر کا اجراء، سوکھی کھجور کا سبز اور پھلدار ہونا، بے وقت پھل دینا تاکہ مخالفین بی بی کے پاس باپ کے بغیر بچہ دیکھیں تو انہیں محسوس ہو کہ یہ بی بی مریمؑ کی کرامت ہے جب کہ اوپر بیان کردہ چیزیں ان کی کرامات ہیں۔
ف: کاشفی نے لکھا ہے کہ ان آیات میں تنبیہ ہے کہ بچہ کی پیدائش سے یا کھجور کے خشک تنے کی سرسبزی سے اس کے دل میں تسلی دینے سے کہ یہ تیرے حال کے موافق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کھجور کے خشک تنے کو سرسبز کر کے پھلدار کر سکتا ہے تو وہ باپ کے بغیر بچہ دے سکتا ہے۔ ف: عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کرام کو بھیجا کہ وہ بی بی مریم کے گرد جمع ہوں۔ جب عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو انہیں اٹھا کر ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر بی بی مریمؑ کی گود میں ڈال دیا۔ اس کے بعد بی بی مریم کو غیب سے ندا آئی۔ "جب تم آدمیوں میں سے کسی کو دیکھو (اور وہ حیرت و استعجاب سے یہ سوال کرے تم سے کہ یہ بچہ کہاں سے لائی ہو) تو اسے کہہ دینا کہ میں نے اپنے اوپر منت مان کر واجب کر لیا ہے اللہ تعالیٰ کے لئے خاموشی یا خاموشی کا روزہ۔" بنی اسرائیل کے عبادت گزاروں کی عادت تھی کہ وہ صبح سے شام تک سارا روزہ کے ساتھ لوگوں سے کلام بھی نہیں کرتے تھے۔ حضور خاتم النبیین کی امت سے اس قسم کا روزہ منسوخ ہو گیا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاموشی کے روزہ سے منع فرمایا ہے۔ "فرماؤ: میں آج کسی فرد بشر سے کلام نہیں کروں گی بلکہ فرشتوں سے باتیں کروں گی یا اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہوں گی"۔ بی بی مریم کو حکم تھا کہ وہ اپنی نذر کی اشارہ وغیرہ سے اپنی زبان سے کسی سے ہمکلام نہ ہوں۔ یعنی ہوا کہ اپنی نذر کا بجز لوگوں سے صرف اشارہ سے دیکھئے۔ (روح البیان)

لغوی اشارات سے ✱ سَرِیًّا: ایک چشمہ۔ اسریۃ اور سریان جمع ہے جیسے رغیف کی جمع ارغفۃ اور رغفان ہیں۔ تاج العروس میں ہے "سَرِیٌّ غنیٌّ کی طرح بمعنی نہر ہے ثعلب نے یہی کہا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ بمعنی جدول ہے یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے اور یہی اہل لغت کا قول ہے جناب جو اس کی تفسیر اس چھوٹی نہر سے کی ہے جو نخلستان کی طرف رواں ہو" علامہ آلوسی لکھتے ہیں "جدول کو سری اس لئے موسوم کیا جاتا ہے کہ پانی اس میں سیر کرتا ہے یعنی رواں ہوتا ہے اس معنی کے اعتبار سے اس کا لام کلمہ یاء ہے حسن بصری، جبائی اور ابن زید سے مروی ہے کہ سری سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں اور یہ

سرو معنی درخت ہے جب کہ راغب نے کہا ہے اس صورت میں آیت : قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا
کے معنی ہوں گے: یعنی تیرے رب نے تیرے نیچے ایک رفیع الشان، بلند مرتبت لڑکا کر دیا اور صحاح
میں اس کا معنی مروت کے ساتھ سخاوت مرقوم ہیں۔ یہ رفعت بوا لینے قدر کے اعتبار سے زیادہ اونچا ہے
اور اس معنی کے لحاظ سے لام کلمہ واو ہے (روح المعانی) △ هُزِّيْ : واحد مؤنث حاضر امر معروف هَزٌّ
مصدر (نصر) تو ہلا △ تُسٰقِطْ : تو گرائے، تو ڈال دے۔ اِسقاطٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر
حاضر △ رُطَبًا : تازہ خرما، تازہ کھجوریں، پکی کھجوریں۔ رطبۃ واحد اور رطاب اور ارطاب جمع الجمع
△ جَنِيًّا : تازہ چنا ہوا میوہ جَنْیٌ سے بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے △ اِنْسِيًّا : آدمی، انس کی
طرف منسوب ہے یہ نسبت کا ہے اس اعتبار سے انسی اس کو کہا جاتا ہے جو کثیر الانس ہو جس سے انس کیا جائے (لغات القرآن)
معلومات مزید ✶ حضرت بی بی مریمؑ نے جب گھبرا کر اپنے مرنے اور معدوم ہو جانے سے متعلق اضطرابی کیفیت
ہی کیا تو بحکم الٰہی حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور حضرت مریمؑ جہاں تھیں اس جگہ سے ذرا نشیبی حصہ سے
انھوں نے آواز دی جیسے حضرت مریمؑ نے پہچان لیا کہ یہ وہی آواز ہے جو پہلے بھی آئی تھی حضرت جبرئیلؑ
نے کہا کہ آپ رنجیدہ و پریشان نہ ہوں آپ کے رب نے آپ کے لئے راحت و تسکین کا سامان کر دیا ہے آپ کے
نیچے ایک نہر جاری کر دی گئی ہے ● کہ قریبی درخت کے تنے کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ کر ہلائیں تازہ کھجوریں جھڑیں گی
وہ درخت سوکھا اور خشک تھا یہ اللہ تعالیٰ نے دوسری قدرت دکھائی کہ مریمؑ کے ہاتھ لگاتے ہی
وہ سبز ہو گیا اور اس پر کھجوریں بھی لگ گئیں اور پک بھی گئیں ● جو کھجوریں درخت پر لگیں تھیں اور نیچے گری تھیں انہیں
کھاؤ اور جو چشمہ جاری ہوا ہے اس کا پانی پیو اور راحت و تسکین پاؤ اس دوران اگر کوئی آدمی نظر آئے
اور سوال کرے تو بلا جھجک اشارہ کر دے کہ میں نے اللہ تعالیٰ جو رحمٰن ہے اس کے نام پر منت مانی
ہے کہ آج کسی سے بات نہ کروں گی۔ یہودیوں کے نزدیک کھانے پینے سے اجتناب کے ساتھ ساتھ چپ خاموش
رہنے کا طریقہ بھی تھا اور بمنزلہ عبادت تھا کہ خاموش رہ کر رضائے حق تعالیٰ حاصل کریں۔

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ۝ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ۝ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۝

اس کے بعد وہ لے آئیں بچہ کو اپنی قوم کے پاس (گود میں) اٹھائے ہوئے۔ انھوں (قوم والوں) نے کہا اے مریم! تم نے بہت ہی برا کام کیا ہے * اے ہارون کی بہن! نہ تھا تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ ہی تمہاری ماں بدچلن تھیں * اس پر مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کیا۔ لوگ کہنے لگے ہم کیسے بات کریں اس سے جو گہوارہ میں ہے (یعنی شیرخوار) بچہ ہے * (اچانک) وہ بچہ بولنے لگا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے

(۱۹/۲۷ تا ۳۰ - ت: ض)

۲۷ - حضرت مریمؑ کو روزہ رکھنے اور اپنے دماغ میں کچھ نہ کہنے کا حکم ہوا تو آپ نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے فرزندِ ارجمند کو گود میں لیا اور اپنی قوم کے پاس آئیں۔ جب قوم کے لوگوں نے حضرت مریمؑ کے پاس بچہ دیکھا تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ آپ کو ملامت کی نظر سے دیکھنے لگے اور ملامت کرتے ہوئے کہنے لگے اے مریمؑ! تم نے بہت برا کام کیا ہے۔ (ابن کثیر)

۲۸ - اے ہارون کی بہن نہ تو تیرے والد برے آدمی تھے نہ تمہاری ماں (بدچلن) تھیں۔ سدی نے کہا اُخْتَ ہٰرُوْنَ کہنے سے ان کی مراد تھی حضرت موسیٰؑ کے بھائی ہارونؑ کی اولاد سے ہونا۔ تمیم کے قبیلہ کے ہر فرد کو اخو تمیم کہا جاتا ہے۔ حضرت مریمؑ، حضرت ہارون کی نسل سے تھیں اس لئے ان کو اُخْتَ ہٰرُوْنَ کہا۔ ابن ابی حاتم نے اس قول کی نسبت علی بن ابی طلحہ کی طرف کی ہے۔ کلبی نے کہا حضرت مریمؑ کے علاتی بھائی کا نام ہارون تھا، بنی اسرائیل میں وہ بہت ہی بزرگ اور نیک آدمی تھا۔ مغیرہ کہتے ہیں کہ "جب میں نجران پہنچا تو اہل نجران نے مجھ سے کہا تم قرآن میں یٰٓاُخْتَ ہٰرُوْنَ پڑھتے ہو حالانکہ موسیٰؑ کا زمانہ عیسیٰؑ سے اتنا اتنا (یعنی بہت بہت) پہلے تھا (پھر مریمؑ ہارون کی بہن کیسے ہوئیں) میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا "وہ لوگ انبیاء اور گذشتہ نیک لوگوں کے ناموں پر اپنے نام رکھتے تھے" (یعنی ہارون سے

سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی نہیں ہیں بلکہ ان کا ہم نام کوئی اور شخص تھا جس کو مریمؑ کا بھائی
کہا گیا۔ (رواہ مسلم) امام بغوی نے یہ بھی لکھا ہے کہ قتادہ وغیرہ نے کہا بنی اسرائیل میں ایک بڑا نیک
عبادت گزار آدمی تھا۔ روایت میں آیا ہے کہ جب اس کا انتقال ہوا تو اس کے جنازہ میں علاوہ
دوسرے لوگوں کے چالیس ہزار آدمی ہارون نام کے شریک تھے۔ اس مرد صالح کا نام ہارون تھا۔ حضرت
مریمؑ بھی بڑی عبادت گزار و متقی تھیں۔ نیکی اور عبادت کی وجہ سے ان لوگوں نے مریمؑ کو ہارون کی بہن کہہ دیا
نسبی بہن مراد نہیں ہے جس طرح "فضول مال خرچ کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا" یعنی شیطانوں
کی طرح۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بطور مزاح و استہزاء کے حضرت مریمؑ کو ہارون کی بہن کہا ہو اور یہ بھی
ممکن ہے کہ سابقہ عبادت اور نیکی کو دیکھ کر ایسا کہہ دیا ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک
بڑا بدچلن آدمی تھا جس کا نام ہارون تھا۔ حضرت مریمؑ کو تہمت و تشنیع کرتے ہوئے "ہارون کی بہن"
کہا۔ حضرت مریمؑ کے والد کا نام عمران تھا۔ **ما کان ابوک** الخ یہ جملہ توبیخیہ اور زجریہ ہے
کیونکہ شریف لوگوں کی اولاد سے "برے کاموں" کا صدور بہت زیادہ برا ہوتا ہے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

۲۹۔ "اس پر مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا" کہ جو کچھ کہنا ہو خود ان سے کہو۔ اس پر قوم کے لوگوں کو غصہ
آیا اور وہ بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے"۔ یہ گفتگو سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام
نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور اپنے بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور داہنے ہاتھ سے
اشارہ کرکے کلام شروع کیا۔ (حاشیہ کنز الایمان)

۳۰۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فصیح کلام سے کہا۔ "میں اللہ کا بندہ ہوں" میں اپنی عبودیت کا اقرار
کرتا ہوں۔ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سب سے پہلے کلام میں نصرانیوں کا رد فرمایا) اور فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے انجیل
کتاب "انجیل" عطا فرمائی اور مجھے نبی بنایا ✱ ف بعض مفسرین نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بولنے کا حکم
کہنے والے حضرت زکریا علیہ السلام تھے۔ (روح البیان)

لغوی اشارے ✱ **فَرِيًّا** : اسم صفت مشبہ مبالغہ بمعنی بہت کمینہ (شدید) عجیب، افسوس ناک۔ یہاں
آخری معنی ہی ہے۔ فَرِيٌّ فَرْوٌ یا فَرْيٌ سے مشتق ہے لغوی ترجمہ کھال کھینچنا۔ حیوان پر جسم وغیرہ کی کھال
کھینچ جاتی ہے اس لئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اچھے اور برے کام کے لئے مستعمل ہے ۵ **أُخْتَ** : بہن
اَخ کی مؤنث ہے۔ اخوات جمع ۵ **المهد** : اسم گہوارہ، گہوارہ میں ہونے کا مطلب ہے شیر
خوارگی کا زمانہ یا ماں کی گود میں ۵ **صَبِيًّا** : بچہ، لڑکا۔ صاحب قاموس نے صبی کے معنی اس بچہ کے
لکھے ہیں کہ جس نے ابھی دودھ نہ چھوڑا ہو اور راغب نے لکھا ہے کہ صبی وہ بچہ ہے جو بلوغ کو نہ پہنچا ہو اور یہی
صحیح ہے۔ صَبْوَةٌ سے جس کے معنی نادانی کی طرف مائل ہونے کے ہیں بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ
ہے صِبْيَةٌ اور صِبْيَانٌ جمع ۵ **عَبْدُ اللهِ** : اللہ کا بندہ۔ یہاں بندہ کامل مراد ہے کیونکہ قاعدہ
ہے مطلق کو اپنے اطلاق پر جب باقی رکھا جاتا ہے تو فرد کامل مراد ہوتا ہے (لغات القرآن)

مفہومات مزید ★ حضرت مریمؑ نے حسب ارشاد الٰہی خاموشی اختیار فرمائی اور اپنی گود میں نوزائیدہ حضرت عیسیٰ کو لے کر قوم والوں کے پاس تشریف لائیں۔ حضرت مریمؑ کو دیکھ کر سب حیرت زدگی کے عالم میں تعجب کے ساتھ کہنے لگے کہ اے مریم! تم نے ایک نہایت نامناسب اور برا کام کیا ہے جس پر ہم سب دنگ ہیں ●

قوم والے مسلسل استعجاب کا اظہار کرتے ہوئے لگاتار یوں گویا ہوئے کہ اے ہارون کی بہن! ہم تمہیں تمہارے خاندان اور تم لوگوں کے اخلاق و معمولات سے واقفیت رکھتے ہیں ہم کو معلوم ہے کہ تمہارے والد ہرگز برے آدمی نہ تھے بلکہ نیک اور اچھے آدمی تھے و نیز تمہاری ماں میں بھی کوئی اخلاقی خرابی اور کردار کے لحاظ سے کوئی برائی نہ تھی ● چونکہ حضرت مریمؑ نے اللہ رحمٰن کے لئے خاموشی کا روزہ رکھا ہوا تھا لہٰذا زبان سے بات تو نہ کر سکتی تھیں اور حسب الحکم اشاروں سے کام لینا تھا اس لئے آپ نے قوم کے لوگوں کی گفتگو اور تکلیف دہ تبصروں پر کچھ کہنے کے بجائے نومولود بچہ کی طرف اشارہ کیا جو اپنے جھولے میں لیٹے ہوئے بشعور قوم کی باتیں سن رہے تھے حضرت مریمؑ نے قوم والوں کو بتادیا کہ تمہیں جو کچھ کہنا ہے یا جو سوال کرنے ہیں وہ سب اس نومولود سے پوچھ لو - حضرت مریمؑ کے اشارے کا مکمل مفہوم سمجھتے ہوئے ان لوگوں نے مزید حیرانی کے ساتھ کہا کہ بھلا ان سے کیا بات چیت ہو سکتی ہے جو ابھی شیرخوار یا گود میں رہنے کے لائق ہیں یا اب جو پالنے میں ہیں ● قوم والوں نے ابھی یہ کہا ہی تھا کہ سب حیران ششدر و خائف و دم بخود رہ گئے جب اسی پالنے میں سے جس میں حضرت عیسیٰؑ لیٹے ہوئے آپ نے کہا کہ میں "اللہ کا بندہ ہوں" اس طرح حضرت عیسیٰؑ نے ان تمام باطل عقائد، باتوں، جھگڑوں اور غیر ضروری مباحث کا خاتمہ کر دیا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا مانا اور کہا جاتا تھا آپ نے تمام مشرکوں اور نصرانی احکام غلط ثابت کر دیا اور لوگوں پر اپنی عبدیت کی حقیقت واضح کرتے ہوئے اپنے متعلق اپنے مقام و منصب کے بارے میں بھی صاف کر دیا کہ میں نہ صرف اللہ کا بندہ مخلص و خاص ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نبی ہوں اور اپنی زبان فیاضی سے مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب عطا فرمائی ہے یعنی انجیل شریف اور مجھے اپنے کرم سے نبی بنایا ہے ●

وَّجَعَلَنِىۡ مُبٰرَكًا اَيۡنَ مَا كُنۡتُ ۖ وَاَوۡصٰنِىۡ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمۡتُ
حَيًّا ۝ وَّبَرًّاۢ بِوَالِدَتِىۡ وَلَمۡ يَجۡعَلۡنِىۡ جَبَّارًا شَقِيًّا ۝ وَالسَّلٰمُ عَلَىَّ
يَوۡمَ وُلِدْتُّ وَيَوۡمَ اَمُوۡتُ وَيَوۡمَ اُبۡعَثُ حَيًّا ۝ ذٰلِكَ عِيۡسَى ابۡنُ
مَرۡيَمَ ۚ قَوۡلَ الۡحَقِّ الَّذِىۡ فِيۡهِ يَمۡتَرُوۡنَ ۝ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنۡ يَّتَّخِذَ مِنۡ
وَّلَدٍ ۙ سُبۡحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمۡرًا فَاِنَّمَا يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ؕ ۝

اور مجھے بابرکت کیا جہاں کہیں بھی میں ہوں اور مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کی جب تک کہ میں زندہ ہوں ٭ اور ماں کے ساتھ نیکی کرنے والا (بنایا) اور مجھے سرکش بد بخت نہیں بنایا ٭ اور مجھ پر خدا کی رحمت جس دن کہ میں پیدا ہوا اور جس دن کہ میں مروں گا اور جس دن کہ بار دگر زندہ کرکے اٹھایا جاؤں گا ٭ یہ ہے عیسیٰ مریمؑ کا بیٹا (یہ ہے) سچی بات کہ جس میں وہ جھگڑ رہے ہیں ٭ اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے جب وہ کوئی کام کرنا ٹھیراتا ہے تو صرف اس کو کن کہتا ہے سو وہ ہو ہی جاتا ہے (۱۹/ ۳۱ تا ۳۵ ٭ت:ح)

۳۱ - اور ہر مقام اور ہر زمانہ میں میرے اللہ تعالیٰ نے مجھے برکتوں رحمتوں عزتوں عظمتوں بلندیوں ہر خوبیوں اور فائدوں اور بہتریوں والا بنایا ہے اور حکم ارشاد فرمایا مجھ کو میرے اللہ کریم نے کہ ابھی سے تا قیامت دینوی (زمینی یا آسمانی) نماز قائم کروں یہ شانِ عشق کامل شکم مادر ہی میں عطا کردی تھی۔ اور یہ بھی حکم دیا تھا کہ میں ہمہ وقت بدنی مالی ہر قسم کی زکوٰۃ و صدقات جاری رکھوں اور اپنی امت کو تبلیغ کرتا رہوں شرک و کفر و گناہ سے بچاتا رہوں۔ (اشرف التفاسیر)

۳۲ - اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ اطاعت الٰہی کے بعد اس کا [illegible] ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ عموماً اپنی عبادت اور اطاعت والدین کے حکم کو ایک ساتھ بیان فرماتا ہے جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل میں واضح طور پر ارشاد ہوا کہ "اور آپ کے رب نے حکم دیا ہے کہ نہ عبادت کرو بجز اس کے (اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو) اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو (۱۷/ ۲۳) اسی طرح سورہ لقمان میں فرمایا "شکر ادا کرو میرا اور اپنے والدین کا۔ میری طرف ہی لوٹنا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

۳۳ - اور مجھ پر اللہ کی طرف سے سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز میں مروں گا اور جس روز زندہ کرکے اٹھایا جاؤں گا۔ السلامُ۔ سلامتی، حفاظت، پیدائش کے وقت شیطان کے کچوکے دینے سے اور مرنے کے بعد عذاب قبر سے اور قیامت کے دن ہول قیامت اور عذاب دوزخ سے یا السلام سے مراد ہے اللہ کی طرف سے تحیت و رحمت ہر تغیر حالت کے وقت یعنی پیدائش بعد موت بعد

پھر قیامت کے دن دوسری زندگی پر تینوں انتقالی حالات بیان کیے ہیں ہر حالت کا وقت مجھ پر اللہ کی رحمت ہے۔ السلام علیّ کہنے میں در پردہ دشمنوں پر لعنت ہے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اور اپنے مومن ساتھیوں کے لئے سلامتی کا اعلان کر دیا تو لامحالہ دشمنوں کی طرف در پردہ لعنت ہونے کی طرف اشارہ کر دیا جیسے اللہ تعالیٰ نے "والسلام علی من اتبع الھدیٰ" فرمایا تو در پردہ اس امر پر یہ تعریض ہوتی کہ جو سیدھے راستے پر نہ چلیں اور ہدایت سے روگردانی کریں اور تکذیب کریں ان کے لئے عذاب ہوگا۔ بغوی نے لکھا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس کلام کے بعد سب لوگ سمجھ گئے کہ مریمؑ گناہ سے پاک ہیں اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام خاموش ہو گئے اور اس عمر تک کوئی بات نہ کی جس عمر تک معمولاً بچے بات نہیں کرتے (تفسیر مظہری)

۳۴۔ عیسیٰ علیہ السلام مریمؑ کے بیٹے ہیں یہ حقیقت ہے یہ کلام حق ہے جس میں وہ جھگڑا کرتے ہیں ✱ یہودی کہتے تھے کہ معاذ اللہ وہ (بغیر جسم) طریقہ سے پیدا ہوئے تھے یا یوسف نجار کے بیٹے تھے اور نصاریٰ کہتے ہیں وہ خدا کے لڑکے بیٹے تھے مضمون نے کہا خود نصاریٰ کا جھگڑا مراد ہے کہا کہ تیسری صدی میں حضرت عیسیٰؑ کے بعد نصاریٰ میں اختلاف کسی نے کہا عیسیٰؑ خود خدا تھے زمین پر آئے تھے مردوں کو جلایا طرح طرح کے معجزے دکھائے پھر آسمان پر چلے گئے۔ کسی نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کے فرزند تھے کسی نے کہا نہیں اللہ ایک تھا یہ اس کے تین ٹکڑے (جیسے عیسیٰ تین میں سے ایک تھے کسی نے کہا یہ سب غلط ہے عیسیٰ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر تھے اور اس کی روح تھے پہلے تین فرقوں نے جو تین فرقے کو مغلوب کر دیا اب وہ تھوڑے تھوڑے خدا ہی باقی ہیں (تفسیر وحیدی)

۳۵۔ اللہ تعالیٰ کو قطعاً حاجت و ضرورت نہیں ہے کہ اپنی اولاد بیٹا یا بیٹی بنائے یہ عقیدہ تو صریحی شرک اعظم ہے کیونکہ اولاد باپ کی شریک ملک و وارث ہوتی ہے سبحٰنہٗ وہ جل شانہٗ تو پاک و منزہ ہے۔ اولاد تو والد کی ضعیفی ہوتی ہے اسی کمزوری کے وقت کے لئے حصول کی تمنا ہوتی ہے اولاد تو بے کسی بے بسی مجبوری کی نشانی ہے لیکن رب تعالیٰ جل مجدہ تو کسی چیز کے حصول میں نہ مجبور ہے نہ منتظر نہ محتاج نہ مستعین بلکہ اذا قضیٰ امراً اس کی شان اعلیٰ تو یہ ہے کہ جب کسی امر کا فیصلہ کر لیا تو بس اتنا ہی ہوتا ہے کہ فرماتا ہے اسے خلاف ارادے ہو جا تو لمحہ دیر نہیں ہوتی وہ ارادہ عالم وجود میں ظاہر ہو جاتا ہے وہ ارادہ خواہ ذرہ ناچیز کا ہو یا آسمان و زمین جیسی بڑی اشیاء کا۔ (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے ✱ مُبٰرَكًا: اسم مفعول واحد مذکر منصوب بڑا بابرکت بڑی خیر والا۔ دُمْتُ: میں ٹھہرا رہا۔ دوام سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم "ما دمت" جب تک میں رہا۔ افعال ناقصہ میں سے ہے۔ بَرًّا: بَرٌّ۔ احسان کرنے والا، نیک سلوک کرنے والا۔ بَرٌّ سے صفت مشبہ کا صیغہ بَرٌّ (بمعنی خشکی اور زمین) کے معنی میں چونکہ وسعت کا تصور موجود ہے اس لئے اس سے بِرٌّ کا اشتقاق ہوا جس کے معنی وسیع نیکی کرنے کے ہیں چنانچہ بَرٌّ کی نسبت کبھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ (بیشک وہی ہے احسان کرنے والا مہربان) اور کبھی بندہ کی طرف

جیسے وَبَرًّا بِوَالِدَتِي (اور اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا) جبار جو جب اللہ تعالیٰ کے لئے اس
لفظ کا استعمال ہوتا تو اس کے معنی ثواب عطا کرنے کے ہوتے ہیں اور جب بندہ کے لئے آئے تو اطاعت کرنے کے
معنی ہوتے ہیں "برّ والدین" سے مراد ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ہے۔ عقوق اس کی ضد ہے ∆
يَمْتَرُونَ: جمع مذکر غائب مضارع امتراءٌ مصدر (افتعال) وہ شک کرتے ہیں۔ شک میں پڑ
رہے ہیں ∆ كُنْ: واحد مذکر حاضر معروف۔ ہو جا۔ (لغات القرآن)

مفہومات تفسیر * حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے زمانہ شیر خوارگی میں لوگوں سے جو خطاب کیا اس میں آپ نے واضح فرمایا
کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل اور شان قدرت کا مظہر بناتے ہوئے بابرکت کیا ہے اور میرے خالق و پالنہار
نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں جہاں کہیں بھی رہوں اور جب تک باحیات رہوں نماز ادا کروں اور زکوٰۃ دیتا رہوں

• یہ بھی حکم عطا ہوا کہ میں اپنی مادر مہربان سے اچھا سلوک روا رکھوں یعنی ان کا ادب، احترام، حقوق
کی ادائیگی، اطاعت و فرمانبرداری کرتا رہوں یہ لطف و کرم الٰہی ہے کہ اس نے مجھے زبردست قسم کا محروم نہیں کیا

• اللہ تعالیٰ کی سلامتی و رحمت ہو مجھ پر اس جب کہ میں اس عالم رنگ و بو میں ولادت پاؤں اور
جس روز کہ میں اس دنیائے فانی سے مراجعت کروں یعنی وفات پاؤں اور اس یوم کہ جس میں
میں ایک بار پھر حیات دے کر جلایا جاؤں، اٹھایا جاؤں • یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں یعنی یہ ابن
کلمۃ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے قول حق سے اور بندہ ہونے کی حقیقت و کیفیت اور یہ بیان حق، قول صحیح ہے
جس کے بارے میں یہود اور (نصاریٰ) گمراہ لوگ آپس میں مختلف متفرق ہیں اور آپس میں بحث و تکرار کر رہے ہیں

• اللہ تعالیٰ کی ذات قطعاً پاک ہے اولاد کا ہونا اس کی شایان شان نہیں۔ اس کے کوئی اولاد ہے نہ بیوی نہ ہی
اور نہ اس کا کوئی جوڑ والا وہ پاک و بے نیاز سبحان ہے خالق حقیقی، مالک کون و مکان، قادر مطلق
حاکم و مختار ہے جب وہ کسی کو وجود بخشنا، کسی کام کو کرنا چاہتا ہے جب بھی کسی کرتا ہے تو
فرماتا ہے کہ "ہو جا" پس وہ ہو جاتا ہے۔

وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ۝ فَاخْتَلَفَ
الْأَحْزَابُ مِن بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِن مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝
أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَأْتُونَنَا ۖ لَٰكِنِ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝
وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ ۘ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝
إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ۝

اور (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا) بیشک اللہ رب ہے میرا اور تمہارا تو اسی کی بندگی کرو یہ سیدھی راہ ہے *
پھر جماعتیں آپس میں مختلف ہو گئیں تو خرابی ہے کافروں کے لئے ایک بڑے دن کی حاضری سے *
کتنا سنیں گے اور کتنا دیکھیں گے جس دن ہمارے پاس حاضر ہوں گے مگر آج ظالم کھلی گمراہی میں ہیں *
اور انہیں ڈر سناؤ پچھتاوے کے دن کا جب کام ہو چکے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور نہیں مانتے *
بے شک زمین اور جو کچھ اس پر ہے سب کے وارث ہم ہوں گے اور وہ ہماری ہی طرف پھریں گے *
(۱۹/۳۶ تا ۴۰ * ت ک)

۳۶ ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہود و نصاریٰ سے اپنے شیر خوارگی کے زمانے ہی میں پالنے میں خطاب میں کہا " اللہ تعالیٰ
میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور اسی کی حقیقی ربوبیت اسی کے لائق ہے کہ تمام کائنات ارض و
سماوات کی ساری مخلوق کے تمام رزق، ضروریات، اسباب اور وسائل ہر وقت ہر آن پر مہیا
کرنے اور مخلوقات کا علم اور خبر اللہ تعالیٰ ہی کو ہے وہ رب العالمین ہے اور وہی ہر طرح سے لائق عبادت ہے
تو اسی کی عبادت میں مصروف رہو یقینی طلب و عقل سے سمجھ لو کہ بس یہی صراط مستقیم ہے (بحوالہ اشرف الحواشی)

۳۷ ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں صرف یہود و نصاریٰ ہی میں باہمی اختلاف نہ تھا بلکہ خود عیسائی
بھی آپ کے متعلق ایک رائے پر متفق نہ تھے۔ محققین نے ان کے اختلافات کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ جب
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا تو بنی اسرائیل ایک جگہ اکٹھا ہوئے تاکہ حقیقت مسیح
کے متعلق فیصلہ کریں۔ تبادلہ خیال کے بعد انہوں نے چار علماء منتخب کئے۔ ان میں سے پہلے گروہ کے عالم نے اس
نظریہ کو پیش کیا کہ خود خدا مسیح کی شکل میں زمین پر اترا اس نے جسے چاہا زندہ کیا جسے چاہا مار دیا پھر وہ آسمان کی
طرف لوٹ گیا۔ (ان لوگوں کو یعقوبیہ کہا جاتا ہے) دوسرے عالم نے کہا " مسیح خدا نہیں خدا کا بیٹا ہے "
(اس نظریہ والوں کو نسطوریہ کہتے ہیں) تیسرے عالم نے اپنی رائے یوں دی کہ وہ ثالث ثلثہ ہے یعنی
تین خداؤں میں سے مسیح تیسرا ہے۔ چوتھے عالم نے کہا یہ تینوں باتیں سراسر کذب و افترا ہیں سچ یہ ہے
کہ مسیح اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ افسوس بعد میں یہ چوتھے گروہ کے علماء کا رجحان اسی آخری
نظریہ کی طرف سے ۔ (بحوالہ ضیاء القرآن)

۳۸۔ جس روز یہ (سب) ہمارے پاس (حساب و جزا کے لئے) آئیں گے کیسے کچھ شنوا اور بینا ہوں گے۔ اَسْمِعْ بِهِمْ اور اَبْصِرْ دونوں فعل تعجب ہیں اور اللہ پر تعجب پایا نہیں جاتا (وہ کسی بات پر تعجب نہیں کرتا (اس کے لئے کوئی بات عجیب نہیں) اس لئے جمہور اہل تفسیر کے نزدیک آیت میں جس تعجب کا اظہار کیا گیا ہے اس کے معنی یہ ہے کہ ان کی حالت قابل تعجب ہوگی۔ دنیا میں تو وہ بہرے بنے رہے، نہ حق کی بات سنی نہ صورت حق آنکھوں سے دیکھی۔ آخر وہاں کلمۃ الحق گوش قبول سے سنیں گے اور صورت حق نظر قبول سے دیکھیں گے اور ان کو فائدہ ہوگا لیکن قیامت کے دن جب حق کی صورت سامنے آئی اور آواز حق کی تو اس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یا فعل تعجب سے مراد اظہار تعجب نہیں بلکہ تہدید اور ڈرانا مقصود ہے کہ قیامت کے دن یقیناً وہ اس عذاب کو دیکھیں گے اور وہ باوجود انکار کے سنیں گے جن کا ان سے وعدہ کر لیا گیا ہے۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ اَسْمِعْ اور اَبْصِرْ اس جگہ فعل تعجب نہیں ہیں امر کے صیغے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے کہ مواعید قیامت ان کافروں کو سناؤ اور دکھاؤ۔ لیکن یہ ظالم آج دنیا میں کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ لفظ الظّٰلمون ذکر کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں انہوں نے اپنی آنکھوں اور کانوں کا صحیح استعمال نہیں کیا اور حق کی طرف سے اپنے کو غافل بنائے رکھا اور یہ کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

۳۹۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے کہ ان غافلوں کو حسرت کے دن سے مطلع کر دیجئے تاکہ خوف کریں۔ جبکہ ان کے لئے عذاب کا حکم دیا جا چکا ہوگا اور وہ دنیا میں غفلت میں پڑے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔ بظاہر یوم الحسرت قیامت کا دن ہے کیونکہ اس روز جنہوں نے دنیا میں نیکی نہ کی ہوگی وہاں ان کو حسرت کا کیا ٹھکانا ہے۔ مگر آیت کو عام رکھا جائے تب بھی تو تخویف بیجا نہ ہوگی۔ یعنی حسرت کا دن عام ہے قیامت کے دن کو بھی شامل ہے اور موت کے دن کو بھی کہ آدمی غفلت میں پڑا رہا ایمان و حسنات سے بے خبر رہا اور یکایک اس کی موت کا حکم ہو جاتا ہے اس کا کام تمام ہو چکے اب اس کو ساتھ لیجانے کے لئے توشۂ آخرت حاصل کرنے کی مہلت کہاں لہٰذا اس دن سے کہیں زیادہ اس کی حسرت کا دن اور کوئی کیا ہوگا (بحوالہ تفسیر حقانی)

۴۰۔ اس میں بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق، مالک اور متصرف ہے۔ تمام مخلوق فنا ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ بجز اس کے کوئی بھی ملکیت اور تصرف کا دعویٰ نہیں کر سکتا بلکہ وہی تمام مخلوق کا وارث، ان کے بعد ہمیشہ باقی رہنے والا اور ان کا فیصلہ فرمانے والا ہے وہ ایسا عادل ہے کہ مچھر کے پر اور ایک ذرہ کے برابر بھی وہ ظلم نہیں کرتا۔ (تفسیر ابن کثیر)

لغوی ابحاث ✡ اَحْزَاب: گروہ، ٹولیاں، جماعتیں۔ حزب کی جمع ہے جس کے معنی جماعت اور گروہ کے ہیں ۵ مَشْهَد: مصدر میمی بمعنی شہود (کرم و سمع) حاضر ہونا، موجود ہونا۔ شاہد گواہ، حاضر، قاضی۔ شہید: وہ شخص جو حاضر العلم ہو، حاضر، گواہ، وہ مقتول جو اللہ کی راہ میں مارا جائے مشہد حاضر ہونے کی جگہ، دعویٰ ثابت کرنے کا مقام۔ شہادت گاہ ۵ اَسْمِعْ: کیا خوب سنتا ہے ۵

ابصر : دیکھنا، وہ (اظہار تعجب) ابصار سے جس کے معنی دیکھنے اور دکھانے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ابصار کا استعمال زیادہ تر دل سے دیکھنے کے متعلق ہوتا ہے۔ یوم : اسم ظرف مضاف۔ دن طلوع فجر سے غروب تک۔ ایام جمع ہے۔ حسرۃ : افسوس، پشیمانی، پچھتاوا۔ حَسَرَ یَحْسَرُ کا مصدر ہے۔ نرث : جمع متکلم مضارع۔ میراث اور ارث مصدر باب ضرب ہم وارث ہوں گے۔ (لغات القرآن)

مفہوم آیات شریفہ * حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کرشمہ قدرت ہے اللہ خالق اکبر کے اختیار کلی کا مظہر ہے کہ وہ جیسا چاہتا ہے مخلوقات کو پیدا کرتا ہے کسی کو بغیر والدین کے، کسی کو بغیر ماں کے اور حضرت مسیح کو اس نے بغیر والد کے وجود بخشا، پیدا کیا۔ بہرحال حضرت مسیح اللہ کے منتخب پاکیزہ محبوب بندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت کی نعمت، عظمت اور منصب جلیل عطا فرمایا۔ اسی حقیقت کا آپ نے اظہار فرمایا جبکہ آپ ابھی پالنا ہی میں شیر خوارگی کے عالم میں تھے کہ اعلان کر دیا کہ میرا اور تم سب کا پالنہار اللہ تعالیٰ ہے اور وہی پروردگار وحدہ لاشریک یکتا اور معبود حقیقی ہے۔ حضرت مسیح نے یہی تعلیم واضح کر دی کہ جب اللہ تعالیٰ ہی لائق عبادت معبود حقیقی ہے تو پھر اسی کی عبادت کرو اور اسی کی اطاعت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔ ● یہود و نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق آپس میں اختلاف کرنے لگے ان کے کئی گروہ اور فرقے ہو گئے۔ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں ہر ایک اٹکل پچو پیش کرنے لگا بحیثیت مجموعی ان سارے گروہوں اور فرقوں جماعتوں کے عقائد مشرکانہ اور گمراہ کن تھے کوئی آپ کی عظمت و شان کے خلاف گستاخانہ نظریہ رکھتا تھا تو کوئی آپ کو خدا، خدا کا بیٹا، تین خداؤں میں تیسرا کا مشرکانہ نظریہ رکھتا تھا۔ محققین نے ان گروہوں کے عقائد اور ان کے قائلین کے متعلق تفصیلات بیان کی ہیں تاہم ایک گروہ ضرور آپ کے عبداللہ یعنی اللہ کے بندۂ خاص اور نبی و پیغمبر کا صحیح عقیدہ و شعور رکھنے والا بھی ملتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کبھی نے تقصیر و تفریط اور افراط و غلو سے کام لیا۔

● قیامت کے دن یہ جاہل گمراہ و مشرک گروہ کھلی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ حضرت عیسیٰؑ کی کیا حقیقت و شان ہے وہ اللہ کے بندے ہیں اور نبی ہیں۔ نہ تو ابن اللہ ہیں نہ اللہ تعالیٰ کے شریک اور نہ معبود بلکہ اس کے محبوب بندہ اور نبی ہیں۔ دنیا میں حق سننے اور حق دیکھنے سے محروم یقیناً شرک و کفر کے شکار ہیں۔

● اللہ تعالیٰ اپنے حبیب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرما رہا ہے کہ اے محبوب! آپ انہیں اس دن سے ڈرائیے اس روز کا خوف دلائیے کہ جس یوم میں سب کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا کسی پر ذرا برابر ظلم نہ ہوگا پھر بھی یہ لوگ خواب غفلت میں پڑے ہیں حق قبول کرنے سے محروم ہیں اللہ تعالیٰ روز قیامت اور رسولوں پر ایمان نہیں لاتے۔ ایمان کے حقائق پر غور و تدبر نہیں کرتے کیسے غافل و محروم ہیں۔

● اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے تمام مخلوقات، موجودات، مظاہر، اشیاء سب اسی کے پیدا کردہ اور ملکیت ہیں۔ انسان اور اس کی ہر چیز کا مالک اللہ ہے وہ اس کا مال و متاع سب اللہ کی طرف لوٹنے والا ہے اس حقیقت کے پیش نظر انہیں راہ راست پر قائم رہنا چاہیے تھا وہ کیوں ایمان نہیں لاتے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ
يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا ۝ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ
قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝ يٰٓاَبَتِ
لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۬ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ۝ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ
اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ۝

اور کتاب میں ابراہیم (علیہ السلام) کا ذکر کرو بے شک وہ ایک نبی صادق تھے ✱ جب کہ انہوں نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ آپ اس چیز کی کیوں عبادت کرتے ہیں کہ جو نہ سن سکتی ہے اور نہ دیکھ سکتی ہے اور جو نہ آپ کے کسی کام آ سکتی ہے ✱ اے میرے باپ بے شک مجھے وہ علم حاصل ہوا ہے جو آپ کو حاصل نہیں ہوا سو آپ میرے کہنے پہ چلیے تاکہ میں آپ کو سیدھا راستہ دکھاؤں ✱ اے میرے باپ شیطان کی عبادت نہ کرو کیوں کہ شیطان تو خدا کا نافرمان ہے ✱ اے میرے باپ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں تم پر خدا تعالیٰ کا عذاب نہ آ پڑے پھر تم بھی شیطان کے ساتھی ہو جاؤ۔ (۱۹/۴۱ تا ۴۵ ✱ ت: ح)

۴۱۔ اور کتاب (یعنی قرآن پاک) میں ابراہیم (علیہ السلام) (کے واقعہ) کو یاد کرو بلاشبہ وہ صدیق اور نبی تھا۔ صدیق کس کو کہتے ہیں مختلف علماء نے مختلف معانی بیان کئے ہیں ۱۔ بہت سچ بولنے والا ۲۔ جو کبھی جھوٹ نہ بولا ہو ۳۔ سچ بولنے کا عادی ہو صدق کی عادت کی وجہ سے اس سے کذب کا صدور نہ ہوا ہو۔ ۴۔ جس کا اعتقاد دل میں صحیح ہو اور قول بھی سچا اور اس نے اپنے عمل سے اپنے قول کی تصدیق کی ہو اور قول کے مطابق عملی مظاہرہ کرتا ہو۔ ۵۔ اللہ کی تمام غیبی صفات اللہ کے انبیاء اور ملائکہ اور قیامت جن کا بیان اللہ نے کیا ہے سب کی تصدیق کرتا ہو اللہ نے جن کاموں کو کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیا ہے ان امور کو اللہ کے حکم کے مطابق اچھا یا برا جانتا ہو اور احکام خداوندی کی عملی پابندی بھی کرتا ہو اور اپنے عمل سے تصدیق قلبی و لسانی کو ثابت کرتا ہو ایسا آدمی صدیق ہے " علامہ قاضی ثناء اللہ عثمانی پانی پتی " رقمطراز ہیں کہ کثرت تصدیق سے یہ مراد نہیں ہے کہ زیادہ اور کثیر امور کی تنقیص و التصدیق کی جائے جیسا کہ صیغوں کی عبارت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے پورے دین کی اور تمام عقائد و اعمال کی تصدیق ہر مومن کے لئے ضروری ہے اگرچہ رسول اللہ کے لائے ہوئے کسی ایک مسئلہ کے انکار سے بھی کافر ہو جاتا ہے ہاں مومنوں میں سے کچھ لوگ تمام اوامر و نواہی کے عملی پابند ہوتے ہیں ہر حکم شرعی کو بجا لاتے ہیں ایسے لوگ صالحین کہلاتے ہیں لیکن ہر صالح کو صدیق نہیں کہا جا سکتا حقیقت میں صدیقیت کا مرتبہ تصدیق و ایمان کی قوت و شدت سے حاصل ہوتا ہے ایمان کی قوت درجہ صدیقیت پر فائز کرتی ہے۔ ایمان و تصدیق کی قوت انبیاء کو

تو براہِ راست بلا کسی توسط کے حاصل ہوتا ہے۔ اور امت والوں کو انبیاءؑ کی کامل پیروی کرنے اور ظاہر و باطن ہر طرح کے پورے پورے اتباع سے۔ اُمتی کمالاتِ نبوت میں جب ڈوب جاتا ہے اور انبیاءؑ کی وراثت و تبعیت سے اس پر ذاتی خالص تجلیات کا ظہور ہوتا ہے تو درجۂ صدیقیت تک اس کی رسائی ہوتی ہے

(تفسیر مظہری)

۴۲۔ جب اپنے باپ سے بولا" یعنی آزر بت پرست سے "اے میرے باپ کیوں ایسے کو پوجتا ہے جو نہ سنے نہ دیکھے اور نہ کچھ تیرے کام آئے۔" یعنی عبادت معبود کی غایت تعظیم ہے اس کا وہی مستحق ہو سکتا ہے جو صاحبِ اوصافِ کمال اور ولی النعم ہو نہ کہ بت جیسی ناکارہ مخلوق۔ مدعا یہ ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں (کنز الایمان مع حاشیہ)

۴۳۔ "اے میرے باپ بے شک آیا ہے میرے پاس وہ علم جو تیرے پاس نہیں آیا اس لئے تو میری پیروی کر میں دکھاؤں تجھے سیدھا راستہ"۔ ہو سکتا ہے کہ آزر کے ذہن میں یہ خیال گزرا ہو کہ کل کا لڑکا مجھ جیسے تجربہ کار، دانشور کو نصیحت کرے اس کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ آپ نے یہ فرما کر اس کا بھی ازالہ کردیا کہ اگرچہ آپ عمر میں بڑے، میرے بزرگ اور میرے لئے محترم ہیں لیکن توحید، رسالت، حشر و معاد کے پیچیدہ مسائل پر جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے آگاہی بخشی ہے اس سے آپ بہرہ ور نہیں اسی لئے تو آپ غلطاں و پیچاں ہیں مجھے حق پہنچتا ہے کہ خداداد علم کی روشنی سے آپ کے قلب و دماغ کے تاریک گوشوں کو منور کروں تاکہ آپ گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکتے نہ رہیں۔ (ضیاء القرآن)

۴۴۔ ابلیس کو معبود نہ سمجھے نہ اس طرح کہ ہر شیطانی بات کو اچھا سمجھ کر اس پر عمل کرے نہ کفار کے اس فرقہ کی طرح جو ابلیس کو بدی کا خالق سمجھ کر اس کو معبود بنائے ہوئے ہیں نہ ان کفار کی طرح جو شیطان کی تصویر انسانی شکل بنا کر یعنی مورتی بنا کر پوجتے ہیں اور برا ہی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے شر سے بچنے کے لئے ہم اس کی پرستش کرتے ہیں کہ یہ بھی طریقہ بہت کفر ہے۔ بے شک ابلیس اصل شیطان، اللہ رحمٰن و رحیم، جیب و معصیت سے بچانے والے خالق و مالک کا سراسر نافرمان ہے۔ (اشرف التفاسیر)

۴۵۔ "اے میرے باپ میں ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمٰن کا کوئی عذاب پہنچے تو تو شیطان کا رفیق ہو جائے" اگر تو میرے دامن میں پناہ نہ لے۔ معلوم ہوا کہ پیغمبر کا دامن عذابِ الٰہی سے پناہ کی جگہ ہے، ان آیات سے معلوم ہوا کہ کافر باپ یا کافر بیٹے کو ابا جان یا بیٹا کہہ کر پکارنا جائز ہے ان کے شرعی حقوق پدری بھی ادا کرنے ضروری ہیں لیکن دل سے انھیں درست نہ سمجھے اور انھیں ہدایت کرتے رہے (تفسیر نور العرفان)

لغوی اشارے ✱ صِدِّیْق : بہت سچا۔ صدق سے بروزن فعیل۔ مبالغہ کا صیغہ ہے شاہ عبد القادر صاحب دہلوی کہتے ہیں کہ "صدیق وہ کہ جو وحی نبی پر آئے اس کا جی آپ ہی آپ اس پر گواہی دے" (موضح القرآن) امام راغب رقم طراز ہیں "صدیق وہ ہے جس سے کثرت سے صدق ظاہر ہو اور

کہا گیا ہے بلکہ اس کو کہا جاتا ہے جو کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور بعض نے کہا ہے جس سے سچائی کی عادت ڈال لینے کے سبب جھوٹ بن ہی نہ آتا ہو۔ اور بعض کا بیان ہے بلکہ جو قول میں اور اعتقاد میں سچا ہو اور اپنے عمل سے اپنے صدق کو ثابت کرے۔ △ یَسْمَعُ : واحد مذکر غائب مضارع مرفوع مثبت سَمِعَ سے (فَعِلَ یَفْعَلُ) سنتا ہے سن رہا تھا منصوب۔ کر سن لے منفی نہیں سنتا ہے نہیں سنتے ہیں △ یُبْصِرُ : واحد مذکر غائب مضارع منفی ابصار مصدر (افعال) نہیں دیکھتا △ یُغْنِیْ : واحد مذکر غائب مضارع مرفوع مثبت اغناء سے مالدار بنا دیتا۔ اس کو مشغول رکھے گا یعنی دوسرے کی خبر نہ لینے دے گا۔ منفی کام نہ آئے گا۔ فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ دفع نہیں کرے گا۔ وہ دفع نہیں کر سکتی تھی △ سَوِیًّا : سیدھا درست، صحیح بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ۔ امام راغب کا کہنا ہے کہ سَوِیٌّ اس کو کہا جاتا ہے جو مقدار اور کیفیت دونوں حیثیت سے افراط اور تفریط سے محفوظ ہو۔ (لغات القرآن)

مفہوم آیات نمبر * اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر مبارک اپنی شان کے مطابق اس طرح فرمایا ہے کہ اے حبیب کتاب میں یعنی قرآن پاک میں میرے خلیل اور آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کر دیجئے ● ان کی حقیقت عظمت کا اظہار یعنی ان کی صداقت اور نبوت کا ذکر ساتھ کر دیجئے ●

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعوت حق یعنی ایمان و عبادت کی ترغیب (تبلیغ) کا کام پہلے اپنے گھر سے کیا انہوں نے اپنے والد سے کہا جو مبتلائے شرک تھے اور اصنام کی پرستش کیا کرتے تھے کہ آپ ایسی چیز کی عبادت و پرستش کیوں کرتے ہیں جو سننے دیکھنے سے لاچار اور کسی کام کے نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ جو واجب الوجود ہے اور ہر طرح لائق عبادت ہے اسی کی عبادت چاہیے اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنا چاہیے ● حضرت ابراہیمؑ نے پھر اپنے والد سے کہا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا علم آیا ہے جو حق ہے اور یہ نعمت علم آپ کے پاس نہیں آئی ہے اگر آپ نے میرا کہا مانا تو میں آپ کو ایسے راستے کی طرف ہدایت کروں گا جو حق ہے صاف سیدھا اور کامیابی و فلاح کا ہے ● اے میرے والد شیطان کی پرستش و بندگی نہ کرو کیونکہ یہ وہی بہکانے والا اور گمراہ کر دینے والا ہے جس نے خالق کائنات رب العالمین کے حکم کو بجا نہ لا کر صریحاً نافرمانی کی اور اس کی بات سننے والے کبھی کامیاب اور راہ حق پانے والے نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا اس کی بات سننے اور اس کی بندگی کو یکلخت ترک کر دینا چاہیے۔

● حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑی محبت احترام اور ملائمت کے ساتھ والد کو سمجھایا کہ آپ اس کو چھوڑ دیں انہوں نے اپنے اس خوف و اندیشہ کا بھی اظہار کر دیا کہ کہیں آپ ان نامناسب باتوں یعنی بت پرستی اور کفر کی باعث کوئی عذاب آسمانی نہ نازل ہو جائے اور آپ شیطان کے ساتھی سے نہ ہو جائیں۔ یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ اگر اسی حالت میں فرشتہ اجل آ جائے تو کہیں آخرت کا ہمیشہ کا عذاب وبال جان نہ ہو جائے اور شیطان کے ساتھی بن کر ہمیشہ کے لئے شکار عذاب نہ ہو جائیں ●

قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ ۖ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ ۖ
وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ﴿﴾ قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ ۖ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي ۖ إِنَّهُ كَانَ بِي
حَفِيًّا ﴿﴾ وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُو رَبِّي عَسَىٰ أَلَّا
أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا ﴿﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ
اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿﴾ وَوَهَبْنَا لَهُم
مِّن رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿﴾

(آزر نے) کہا تو کیا اے ابراہیم (علیہ السلام) تم میرے معبودوں سے پھرے ہوئے ہو؟ اگر تم باز نہ آئے تو میں تمہیں سنگسار کر ڈالوں گا اور مجھے تو ایک مدت کے لئے چھوڑ ہی دو * (ابراہیم علیہ السلام) بولے آپ پر میرا سلام بس اب میں آپ کے لئے اپنے پروردگار سے مغفرت کی درخواست کروں گا بے شک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے * میں کنارہ کرتا ہوں تم لوگوں سے اور ان سے بھی جنہیں تم لوگ خدا کے سوا پکارتے ہو اور میں تو اپنے پروردگار ہی کو پکاروں گا یقین ہے کہ اپنے پروردگار کو پکار کر میں محروم نہ رہوں گا * پھر جب وہ کنارہ کش ہو گئے ان لوگوں سے اور ان سے بھی جن کی وہ لوگ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے، تو ہم نے انہیں اسحٰق اور یعقوب کو عطا کیا اور ہم نے ہر ایک کو نبی بنایا * اور ہم نے ان سب کو اپنی رحمت عطا کی اور ہم نے ان سب کا نام نیک اور بلند کیا۔
(۱۹/۴۶ تا ۵۰ * ت : م)

۴۶۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت پر آزر نے جو جواب دیا اس کا ذکر ہے۔ اراغبٌ ... یعنی اگر تم میرے خداؤں کی عبادت سے روگردانی کئے رہے ہو تو انہیں سب و شتم کرنے اور ان کی عیب جوئی کرنے سے باز آجاؤ۔ اگر تم باز نہ آئے تو میں تم سے اس کا بدلہ لوں گا اور تمہیں سب و شتم کروں گا۔ اہل علم نے لَأَرْجُمَنَّكَ کا یہی مطلب بتایا۔ بعض نے کہا کہ مَلِيًّا کا معنی ہے کچھ عرصہ اور بعض کے نزدیک طویل زمانہ۔ حسن نے اس کا معنی ہمیشہ کہا ہے۔ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا کا مطلب کہ تم مجھ سے صحیح سالم الگ ہو جاؤ اس سے پہلے کہ میں تمہیں سزا دوں (طبری) (تفسیر ابن کثیر)

۴۷۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ سنا تو فرمایا "آپ کو سلام ہے"۔ میری اتنی بہترین نصیحت اور دانش کا سیاہوں والی بات کو بھی آپ ماننے پر تیار نہیں تو میں کیا کر سکتا ہوں" آپ کو دور ہی سے سلام ہے میں عنقریب اپنے رب تعالیٰ سے آپ کے لئے سابقہ گناہوں بشمول کفریات و شرکیات

کی بخشش و مغفرت کے لئے دعا مانگوں گا" اور میری دعا مقبول یا نہ ہوئی تو ضرور آپ کو ہدایت اور توفیق عطا ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے وقت پر جس کو چاہتا ہے پسند کرتا ہے ہدایت ایمان عطا کرتا ہے میرا رب مجھ پر بہت ہی رحمت و مہربانی فرماتا ہے۔ بحوالہ (اشرف التفاسیر)

۴۸۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ "اور میں (وطن ہی کو چھوڑ کر) تم لوگوں سے اور ان چیزوں سے جن کو اللہ کے سوا تم پوجتے ہو الگ ہو جاؤں گا" حضرت ابراہیم علیہ السلام ہجرت کر کے ارض پاک چلے گئے اتفاق ہونے کی تاریخ بھی مشکل اختیار کی۔" اور اپنے رب کی عبادت کروں گا" امید ہے کہ اپنے رب کی عبادت کر کے محروم نہیں رہوں گا" یعنی جس طرح تم بتوں کی پوجا کر کے اور ان کو پکار کے ناکام رہتے ہو اس طرح میں اپنے رب کو پکار کر اور اس کی عبادت کر کے نامراد نہیں رہوں گا۔ لفظ عسیٰ امید سے قریب ہے یہ استعمال محض تواضع اور انکسار نفس و اظہار عجز کے طور پر کیا ورنہ اللہ کی عبادت اور اس سے دعا کرنے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام یقیناً ناکام نہیں تھے اور نہ رہ سکتے تھے۔ اس لفظ سے اس امر کی طرف اشارہ بھی ہے کہ دعا کا قبول کرنا اور عبادت کا ثواب دینا محض اللہ کی مہربانی پر موقوف ہے اس پر لازم نہیں اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ خاتمہ پر دارومدار ہے خاتمہ کا کسی کو علم نہیں (مظہری)

۴۹۔ "پھر جب ان سے اور اللہ کے سوا ان کے معبودوں سے کنارہ کر گیا" اس طرح کہ شہر بابل سے شام کی طرف ہجرت کر گئے * نیک بیٹا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اتنی دراز عمر عطا فرمائی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا * ہجرت مقبول کے سبب اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ دنیاوی نعمتیں بھی مہاجر کو عطا فرماتا ہے خیال رہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت اسحٰق علیہ السلام سے بڑے ہیں لیکن چونکہ حضرت اسحٰق علیہ السلام بہت سے انبیاء بنی اسرائیل کے جد ہیں اس لئے انہیں خصوصیت سے بیان کیا گیا بحوالہ (نور العرفان)

۵۰۔ اور ہم نے انہیں دینی و دنیوی اور ہر طرح کی رحمت سے نوازا جب کہ کسی کو رحمتوں سے اور انعاموں سے نوازا جاتا ہے اور ہم نے ان کے لئے سچی زبان اور بلند بنایا یعنی قوت ان پر فخر اور ان کی اچھی تعریف کرتی ہے۔ ف = یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہونے کا نتیجہ ہے جب کہ انہوں نے اپنی دعا میں کہا تھا "اور میرے لئے پچھلے لوگوں میں سچی زبان بنا"۔ آیات سے چند اشارات کا اثبات ہوا۔ ۱۔ نرمی و حسن خلق ہادی الی الحق کے لئے ضروری ہے کہ اپنے ملنے والوں سے نرمی اور خوش خلقی سے پیش آئے اس لئے کہ سخت کلامی لوگوں کو استفادہ و استفاضہ سے محروم رکھتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی فرمایا کہ خوش خلقی سے پیش آیا کریں اگرچہ آپ کے ساتھ کفار بھی گفتگو کریں۔ اس طریق سے آپ کو ابرار کے مراتب حاصل ہوں گے اس لئے کہ میں نے تقدیر میں لکھ دیا ہے کہ خلیق کو اپنے عرش کے سایہ تلے ٹھہراؤں گا اور حظیرۃ القدس میں ٹھہراؤں گا۔ ابرار اپنے جوار خاص کا قرب عطا کروں گا * ہجرت بھی گزشتہ کشتی کی ایک قسم ہے کہ اس سے انسان کو اشرار کی شرارت سے حفاظت نصیب ہوتی ہے خوش نصیب ہیں وہ انبیاء جن کا حصول کرنے ہجرت کرکے دنیا و آخرت میں نام کر گئے

(روح البیان)

لغوی تشریح ✯ اَرَاغِبٌ : أ ہمزہ سوالیہ انکاریہ ہے سوال نفرت وتعجب کا ہے۔ راغب باب
سَمِعَ کا اسم فاعل واحد مذکر ہے رغبۃ سے بنا ہے بمعنی پسند کرنا، خواہش کرنا، دلچسپی لینا جب اس
کے بعد عن زوالیہ حرف جر آجائے تو اصل معنی کا زوال یعنی خاتمہ ہوتا ہے یہاں چونکہ عن جارہ زوالیہ
ہے اس لئے ترجمہ ہوا ہے رغبت نہ رکھنا، بیزاری، نفرت، بیزار ہونا، منہ پھیرنا (لغیبی) ∆ لَاَرْجُمَنَّكَ :
میں تجھے سنگسار کردوں گا (نصر) ارجمنّ رجم سے جس کے معنی سنگسار کرنے کے ہیں مضارع
بانون تاکید کا صیغہ واحد متکلم ك ضمیر واحد مذکر حاضر۔ رَجْمٌ کا استعمال مجازاً سب وشتم
اور دھتکارنے پھٹکارنے کے معنی میں بھی ہوتا ہے ∆ مَلِيًّا : اسم منصوب۔ زمانہ دراز (صحاح و
مدارک) ∆ حَفِيًّا : بحث کرنے والا، تلاش کرنے کسی چیز سے پوری طرح باخبر ہونا مہربان۔ حفاوۃ
سے جس کے معنی تلاش کے ساتھ کسی کا حال پوچھنے اور کسی کام پر مہربان ہونے کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ
∆ أَعْتَزِلُكُمْ : میں تم کو چھوڑتا ہوں۔ اعتزل اعتزالٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم کُمْ
ضمیر جمع مذکر حاضر ∆ لِسَانَ : اسم مفرد، السنۃ جمع مذکر السنٌ جمع مؤنث لُسُنٌ جمع مطلق
لسان مذکر اور مؤنث مستعمل ہے اس کے مختلف معانی ہیں۔ زبان، قوت گویائی، بولی، لہجہ اور ذکر (لغات القرآن)

مفہوم آیات ترجمہ ✯ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے جو گفتگو کی اور انھیں دعوت حق دے کر
یعنی معبود حقیقی اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرنے اور معبودان باطل کی پرستش سے قطعاً رک جانے
کے متعلق کہا تو آزر نے جواباً کہا کیا تم میرے معبودوں سے متنفر اور منہ موڑے ہوئے ہو اس لئے مجھے
ان کی پرستش سے روکتے ہو اگر تم اس سے باز نہ آئے تو میں تمہیں پتھر مار دوں گا اور تم ایک مدت تک مجھے نصیحت کرنے
سے دور رہو اور مجھے چھوڑ دو ● حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ آزر توفیق سے دور اور خیر کی طرف آنے
کو تیار نہیں تو کہا کہ تم کو سلام ہو البتہ میں تمہارے لئے بارگاہ رحمان و غفور اللہ تعالیٰ میں تمہارے لئے دعا
کروں گا تاکہ تمہارے گناہوں کی مغفرت و بخشش ہو اور تمہیں اللہ توفیق نیک عطا کرے کیونکہ وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے
● حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں تمہیں اور ان کو جنھیں تم پوجتے ہو تمام معبودان
باطل کو چھوڑتا ہوں اور میں صرف اپنے پروردگار معبود حقیقی کی عبادت کرتا ہوں اور اسی سے ہمیشہ دعا
کرتا رہوں گا مجھے اس بات کا پورا یقین ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں میری دعائیں مقبول ہوں گی رد
نہیں کی جائیں گی ● اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بڑا فضل وکرم فرمایا عزت اور عظمت
سے سرفراز کیا جب حضرت ابراہیم مشرکین اور ان کے معبودان باطل سے علیحدہ ہوگئے اور راہ حق
میں ہجرت کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں عظیم الرتبت نعمت یعنی اولاد صالح سے نوازا یعنی فرزند حضرت اسحٰق علیہ السلام
اور نبیرہ حضرت یعقوب علیہ السلام عطا کئے ● اللہ تعالیٰ نے نبوت دے کر بے شمار افضال سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مالامال
فرمایا تھا سب سے بڑھ کر لسان صدق علیا سے نوازا یعنی ان کی ثنا و توصیف توقیر حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے پیچھے کرتے رہیں لسان صدق یعنی ثناء جمیل ذکر حسن ہوں کیونکہ یہ عمل زبان کے ذریعہ ہوتا ہے اس لئے اس کو
انعام و نعمت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نوازے گئے جس کا ثبوت نماز پنجگانہ میں درود ابراہیم کا پڑھا جانا ہے ●

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوسٰىٓ ۡ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝
وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ
رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ۝ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ
صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ
وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝

اور ذکر فرمایئے کتاب میں موسیٰ (علیہ السلام) کا بے شک وہ (اللہ کے چنے ہوئے) تھے اور رسول و نبی تھے * اور ہم نے انہیں پکارا طور کی داہنی جانب سے اور ہم نے انہیں قریب کیا راز کی باتیں کرنے کے لئے * اور ہم نے بخشا انہیں اپنی خاص رحمت سے ان کا بھائی ہارون جو نبی تھا * اور ذکر کیجئے کتاب میں اسمٰعیل (علیہ السلام) کو بے شک وہ وعدہ کے سچے تھے اور رسول (اور) نبی تھے * اور وہ حکم دیا کرتے تھے اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا اور اپنے رب کے نزدیک بڑے پسندیدہ تھے۔ (۱۹/۵۱ تا ۵۵ * ت: ض)

۵۱۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے ذکر کے بعد اب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا تذکرہ ہو رہا ہے "مخلَصًا" کی دوسری قراءت "مخلِصًا" لام کے کسرہ کے ساتھ ہے یعنی وہ عبادت میں اخلاص رکھنے والے تھے مروی ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا: اے روح اللہ! یہ فرمایئے کہ اللہ کے لئے مخلص شخص کون ہوتا ہے۔ آپ نے جواباً فرمایا: "وہ جو خالص اللہ کی رضا کے لئے عمل کرے اور اس پر لوگوں کی تعریف کا خواہش مند نہ ہو۔" مخلَصًا اگر لام کے فتحہ کے ساتھ پڑھیں تو اس کا معنی ہے برگزیدہ اور چنا ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کو نبوت و رسالت دونوں سے سرفراز کیا گیا۔ آپ پانچ بڑے بڑے اولوالعزم رسولوں میں سے ایک ہیں یعنی حضرات نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ اور حضور خاتم النبیین محمد صلوات اللہ وسلامہ علیہم و علی سائر الانبیاء اجمعین (تفسیر ابن کثیر)

۵۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب شعیب علیہ السلام سے رخصت لے کر واپس مدین سے مصر جا رہے تھے واقعات حضرت موسیٰ علیہ السلام میں یہ واقعہ سب سے اہم ہے پانچ وجوہ کی بنا پر۔ جن کے منجملہ یہ ہے کہ اسی سفر میں آپ کو معجزات عطا ہوئے اسی سفر میں آپ کو کلیم اللہ بنایا گیا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ "اور ہم نے موسیٰ کو ندا دی جب کہ موسیٰ (علیہ السلام) کی داہنی جانب طور پہاڑ تھا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اپنے قرب کے اسرار و راز شناسی میں ان کو عطا فرمائے۔ (اخذ التفاسیر)

۵۳۔ اور ہم نے اپنی رحمت سے ان کے بھائی (حضرت) ہارون (علیہ السلام) کو نبی بنا کر ان کو عطا فرمایا۔ حضرت ہارونؑ عمر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے اس لئے مطلب تو یہ نہیں

سکتے کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہم نے ہارون علیہ السلام کو پیدا کیا (بلکہ مراد یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا کی اور یہ عطاء نبوت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر ہوا) مفسرین نے لکھا ہے کہ اسی لئے حضرت ہارون علیہ السلام کا نام ہبۃ اللہ (عطیہ خداوندی) ہو گیا (خلاصہ)

۵۴۔ "اور کتاب میں اسماعیل (علیہ السلام) کو یاد کرو" حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند جلیل اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد مکرم ہیں۔ "بیشک وہ (حضرت اسماعیل علیہ السلام) وعدے (کے سچے تھے)۔" انبیاء سب ہی سچے ہوتے ہیں لیکن آپ اس وصف میں خاص شہرت رکھتے ہیں ایک مرتبہ کسی مقام پر ایک شخص کہہ گیا تھا آپ یہیں پر ٹھہرے رہیے جب تک میں واپس آؤں آپ اسی جگہ اس کے انتظار میں تین روز ٹھہرے رہے آپ نے صبر کا وعدہ کیا تھا ذبح کے موقع پر اس شان سے اس کو وفا فرمایا کہ سبحان اللہ۔ "اور وہ (حضرت اسمٰعیل علیہ السلام) رسول (تھے اور) نبی (تھے)۔" (کنزالایمان حاشیہ)

۵۵۔ اپنے اہل و عیال کو جن میں علماء کے نزدیک ان کی امت بھی شامل ہے نماز روزہ کی تاکید کیا کرتے تھے کامل و مکمل تھے اور اسی لئے "کان عند ربہ" الخ اپنے خدا کے نزدیک پسندیدہ بھی تھے یعنی اے قوم عرب تم کو اسماعیل کی اقتداء لازم ہے جو تمہارے جد امجد تھے۔ (تفسیر حقانی)

لغوی وضاحت ☆ مُخْلَصًا: اسم مفعول واحد مذکر، اخلاص مصدر۔ چنا ہوا۔ چھانٹا ہوا۔ برگزیدہ اور مخصوص کیا ہوا ∆ رَسُوْل: پیغمبر۔ بھیجا ہوا۔ رسالۃ سے ہے۔ شیخ شمس الدین قہستانی لکھتے ہیں فعول، مبالغہ ہے مُرسَل، مفعَل بالفتح کا اور فعول کا استعمال اس طرح پر نادر ہی ہوتا ہے (جامع الرموز) ∆ نَبِيًّا: صفت مشبہ مجرور، نکرہ، مفرد۔ اصل میں نبیئ تھا ہمزہ کو یاء سے بدل کر یاء کو یاء میں ادغام کر دیا۔ پیغمبر۔ نبیّا۔ صیغہ صفت منصوب نکرہ مفرد۔ پیغمبر ∆ جَانِب: جانب، کنارہ، طرف گوشہ، رخ اصل میں جَنْبٌ پہلو کو کہتے ہیں۔ عرب کی عادت ہے کہ وہ اعضاء و جوارح کو بطور استعارہ سمتوں کے لئے استعمال کرتے ہیں چنانچہ یمین و شمال اصل میں داہنے بائیں ہاتھ کا نام ہے اور داہنی بائیں سمتوں کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح پہلو کی سمت کو جنب اور جانب بولتے ہیں ∆ طور: پہاڑ، ہرا بھرا پہاڑ، کوہ درخت ناک، جزیرہ نمائے سینا کے ایک مخصوص اور معین پہاڑ کا نام عربی زبان میں طور کے معنی پہاڑ کے ہیں لیکن بعض اہل لغت نے تصریح کی ہے کہ مطلق پہاڑ کو طور نہیں کہتے بلکہ جب تک وہ درختوں سے ہرا بھرا نہ ہو طور نہیں کہلاتا ∆ اَیْمَن: دایاں، داہنی جانب صفت مشبہ ہے بعض اس کو یُمنٌ سے ماخوذ بتاتے ہیں جس کے معنی برکت کے ہیں اس صورت میں اس کے معنی بابرکت کے ہوں گے ∆ قَرَّبْنٰهُ: جمع متکلم ماضی، مصدر تقریب ہ ضمیر مفعول ہم نے اس کو قریب کر لیا، قریب بلا لیا۔ امام راغب نے لکھا ہے "کسی بندے کے قرب الٰہی ہونے کے معنی ہیں قرب درجاتی کا بڑھ جانا۔ یعنی مادی قوتوں کا مغلوب ہو جانا، جہالت کا میل دور ہو جانا، علم، حلم، حکمت، فہم، رحمت اور دوسری صفات الٰہیہ کا انسان میں خصوصی طور پر نمودار ہو جانا" (لغات القرآن)

معلومات مزید* ان آیات شریف میں الفاظ رسول اور نبی بار بار آئے ہیں۔ نبی اور رسول کے مابین کیا فرق ہے علامہ محمد عبد الرشید نعمانی رقمطراز ہیں کہ "جو کچھ ذہن میں حاصل ہوتا ہے وہ مفہوم ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں جزئی اور کلی جزئی وہ مفہوم ہے جس کے ایک ذات سے زیادہ پر صادق آنے کو عقل روا نہ رکھے جیسے مفہوم حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام اور کلی وہ مفہوم ہے جس کے ایک ذات سے زیادہ پر صادق آنے کو عقل روا رکھے جیسے مفہوم نبی اور رسول کا۔

نبی و رسول کے باہمی نسبت کے بارے میں تین آراء ملتی ہیں۔ ۱۔ یہ دونوں مساوی ہیں یعنی ہر نبی رسول ہے اور ہر رسول نبی ہے علامہ تفتازانی نے شرح عقائد نسفی اور شرح مقاصد میں اسی کو اختیار کیا ہے اور امام ابن ہمام نے المسایرہ میں اس کو محققین کی طرف منسوب کیا ہے۔ فرماتے ہیں "نبی وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے مبعوث فرمایا ہو کہ جو کچھ اس کی طرف وحی کی ہے اس کی تبلیغ کر دے اور اسی طرح سے رسول" اس بنا پر کوئی فرق نہیں ہے۔ لیکن آیہ شریف "وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي" (اور نہیں بھیجا ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ نبی) اس قول کی تردید کرتی ہے کیونکہ عطف مغایرت پر دلالت کرتا ہے۔ ۲۔ یہ دونوں متباینین ہیں۔ رسول وہ ہے جو جدید شریعت لے کر آئے اور نبی وہ ہے جو جدید شریعت لے کر نہ آئے پس کوئی رسول نبی نہیں اور کوئی نبی رسول نہیں لیکن یہ محض غیر صحیح ہے کیونکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں صاف تصریح ہے کہ "وكان رسولا نبيا" (اور تھے رسول نبی) اور اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وارد ہے۔

۳۔ ان دونوں کے درمیان عموم خصوص مطلق ہے۔ اکثر اہل علم کی یہی رائے ہے۔ اب بعض تو اس طرف گئے ہیں کہ رسول اعم ہے اور نبی اخص کیونکہ رسول فرشتہ بھی ہوتا ہے اور انسان بھی۔ ارشاد ہے "اللهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ" (اللہ تعالیٰ چھانٹ لیتا ہے فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے اور آدمیوں میں سے) اور نبی صرف انسان ہوتا ہے فرشتہ نہیں۔ پس ہر رسول نبی ہوا لیکن ہر نبی رسول نہیں کیونکہ بعض رسول فرشتے ہوتے ہیں اور جمہور کا یہ قول ہے کہ نبی اعم ہے اور رسول اخص (نبراس شرح شرح عقائد) پس ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں۔ تو اس صورت نبی اور رسول میں فرق کیا ہوگا اور ان دونوں کی شرعی تعریف کیا ہوگی۔ اس سلسلہ میں بہت اختلاف اقوال ہے۔ حضرت شاہ عبد القادر نے جمہور کی ترجمانی یوں فرمائی ہے "جس کو اللہ سے وحی آئی وہ نبی ہے اور ان میں جو خاص امت رکھتے ہیں یا کتاب وہ رسول ہیں" (موضح القرآن) قاضی بیضاوی نے لکھا ہے "رسول وہ ہے جس کو اللہ نے شریعت جدیدہ دے کر مبعوث فرمایا ہو تاکہ وہ لوگوں کو اس کی طرف دعوت دے اور نبی اس کو بھی عام ہے اور اس کو بھی کہ جس کو شرع سابق کے برقرار رکھنے کے لئے بھیجا ہو" (انوار التنزیل) ملا علی قاری نے فرمایا "زیادہ تر مشہور فرق جو ان دونوں میں منقول ہے یہ ہے کہ نبی رسول سے اعم ہے کیونکہ رسول وہ ہے جو تبلیغ پر مامور ہو اور نبی وہ ہے جس کی طرف وحی کی جائے خواہ وہ تبلیغ پر مامور ہو یا نہ ہو (شرح فقہ اکبر) شیخ اکبر محی الدین ابن عربی بھی اسی کے قائل ہیں (فتوحات مکیہ) علامہ جلال الدین دوانی نے بھی تفسیر جلالین میں اسی کو اختیار کیا ہے (تفسیر جلالین)

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِدْرِيسَ ۚ إِنَّهٗ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ۝ وَّرَفَعْنٰهُ
مَكَانًا عَلِيًّا ۝ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ
مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرٰهِيمَ وَ
إِسْرَآءِيلَ ۡ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۭ إِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ
خَرُّوا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۝ (السجدۃ) فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ
اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ إِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ
عَمِلَ صَالِحًا فَأُولٰٓئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا ۝

اور کتاب میں ادریس کا بھی ذکر (یاد) کرو بیشک وہ بڑے سچے (اور) نبی تھے * اور ہم نے ان کو بلند جگہ پر اٹھا لیا * یہ ہیں وہ انبیاء کہ جن پر اللہ نے کرم کیا تھا آدم کی نسل سے کہ جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیم اور اسرائیل کی نسل میں سے اور یہ ان لوگوں میں سے تھے کہ جن کو ہم نے راہ راست دکھائی اور برگزیدہ کیا تھا جب ان کے سامنے اللہ کی آیتیں پڑھی جایا کرتی تھیں تو سجدہ میں گر پڑا کرتے تھے اور روتے جاتے تھے * پھر ان کے بعد وہ ناخلف پیدا ہوئے کہ جنہوں نے نمازیں غارت کردیں اور نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ گئے پھر ان کی گمراہی ان کو بہت جلد ان کے آگے آئے گی * مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کئے سو یہی وہ لوگ ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے اور ان کا کوئی حق تلف نہ کیا جائے گا۔

(19/56 تا 60 * ت : ح)

۵۶۔ حضرت ادریس علیہ السلام حضرت شیث علیہ السلام کی نسل سے تھے اور آپ حضرت نوح علیہ السلام کے پردادا تھے۔ آپ کا نام اخنوخ تھا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ کو ادریس اس لئے کہا جاتا تھا کہ آپ کثرت سے کتابیں پڑھتے رہتے تھے۔ امام بیضاوی کہتے ہیں کہ ادریس کا غیر منصرف ہونا اس کے الدرس سے مشتق ہونے کی تردید کرتا ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی ان کی لغت میں اس کے قریب قریب ہو اور آپ کے کثرت درس کی وجہ سے اسی نام سے آپ کو ملقب کیا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر تیس صحیفے نازل فرمائے تھے (بیضاوی) امام بغوی فرماتے ہیں حضرت ادریس پہلے ہیں جنہوں نے قلم کے ساتھ لکھا اور سب سے پہلے آپ نے کپڑوں کی سلائی فرمائی اور سلا ہوا کپڑا پہنا۔ آپ سے پہلے لوگ جانوروں کی کھالیں لباس کے طور پر استعمال کرتے تھے اور ہتھیاروں کے پہلے موجد بھی آپ ہیں اور کفار سے لڑائی بھی سب سے پہلے آپ نے کی۔ علم نجوم اور علم حساب کا آغاز بھی آپ نے ہی فرمایا۔ (مظہری)

۵۷۔ یہاں مراد حضرت ادریس علیہ السلام کے مرتبے کی بلندی ہے اور رفعت شان ہے (ض) دنیا میں انہیں علو مرتبت

اٹھا لیا یا یہ معنی ہیں کہ آسمان پر اٹھا لیا اور یہی صحیح تر ہے۔ (کنز الایمان / حاشیہ)

۵۸۔ یہ وہ (مقدس ہستیاں) ہیں یہ (وہ) مقبول اور جلیل القدر بندے ہیں جن کے مناقب و محامد بیان کئے گئے ہیں۔ یہ اپنی بلندی مرتبہ کے باوجود اللہ تعالیٰ کی بندگی کو ہی اپنے لئے سرمایہ افتخار سمجھتے تھے جب آیات خداوندی کی تلاوت ہوتی تو ان کے دل پسیج جاتے۔ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امڈ آتا اور اظہار عبودیت کے لئے وہ بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہو جاتے۔ جب ان اولو العزم ہستیوں کا یہ حال ہے تو دنیا میں اور کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے یا خدائی میں اس کا شریک بن سکے۔ مسئلہ اس آیت کو پڑھنے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔ انبیاء کرام کی اتباع میں ان کی رونے کی کوشش کرے۔ اگر رونا نہ آئے تو رونے والی صورت ہی بنا لے کیا بعید ہے کہ رحمت الٰہی کو یہی ادا پسند آ جائے اور کام بن جائے۔ (ضیاء القرآن)

۵۹۔ پھر ان کے بعد ناخلف پیدا ہوئے جو نماز و عبادات چھوڑ کر خواہش نفسانی کے درپے (ہو گئے) بجز گناہ کے اور (شہوانی خواہشات کو پورا کرنے) کا اور کوئی بات ان میں نہ رہی انہوں نے طریقہ تباہ کر دیا سو وہ اپنے کئے کا برا نتیجہ دیکھیں گے۔ (تفسیر حقانی)

۶۰۔ مگر وہ جس نے شرک و معاصی سے توبہ کی اور کفر کے بجائے ایمان کو اختیار کیا اور توبہ و ندامت کے بعد نیک عمل کیا تو وہی لوگ جنہیں توبہ و ایمان و عمل صالح نصیب ہوا بہشت میں داخل ہوں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا پختہ وعدہ ہے اور ان کے اعمال کی جزاء میں کسی قسم کی کمی نہ کی جائے گی۔ یہاں پر ظلم بمعنی نقص و منع ہے اور شیئاً اس کا مفعول ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ مفعول مطلق کے قائم مقام ہے۔ (روح البیان)

لغوی مباحث ✱ صِدِّيقًا : صدّیق۔ بہت سچا۔ صدق سے بروزن فعیل مبالغہ کا صیغہ ہے۔ شاہ عبد القادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ "صدیق وہ کہ جو وحی ہی آئے ان کا دل آپ ہی اس پر گواہی دے" (موضح القرآن) امام راغب تحریر فرماتے ہیں: "صدیق وہ ہے جس سے کثرت سے صدق ظاہر ہو اور کہا گیا ہے بلکہ اس کو کہا جاتا ہے کہ جو کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور بعض نے کہا ہے جس نے سچائی کی عادت ڈال لینے کے سبب جھوٹ نہ بولا ہو اور بعض کا بیان ہے بلکہ جو قول میں اور اعتقاد میں سچا ہو اور اپنے عمل سے اپنے صدق کو ثابت کرے ▲ اِجْتَبَيْنَا : ہم نے پسند کیا۔ اجتباءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ▲ خَرُّوا : وہ گر پڑے۔ خرٌّ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ▲ بُكِيًّا : روتے ہوئے باكٍ کی جمع جس کے معنی رونے والے کے ہیں۔ بُكى کا استعمال اندوہگیں ہونے اور آنسو بہانے دونوں کے متعلق ہوتا ہے اور صرف اندوہگیں ہونے اور صرف آنسو بہانے کے معنی میں بھی آتا ہے ▲ اَضَاعُوا : وہ کھو بیٹھے۔ انہوں نے ضائع کر دیا۔ اضاعۃ سے جس کے معنی کھو دینے اور ضائع کر دینے کے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے ▲ غَيًّا : اسم مصدر گمراہی، بربادی (لغات القرآن)

مفہومات مزید ★ حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت شیث علیہ السلام کی ذریت تھے اور ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے پوتے تھے ان کا نام اخنوخ تھا۔ اکثر تحقیق یہ ہے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے دادا تھے انہوں نے قلم سے لکھنا ایجاد کیا۔ نجوم اور حساب کا علم جاری کیا اور کپڑوں کا سینا جاری کیا۔ سب سے پہلے اسلحہ سازی کی اور راہ حق میں کافروں سے جہاد کیا۔ حضرت ادریس ؑ کو ہرمس الاکبر کہتے تھے ان پر تیس ۳۰ صحیفے اترے

● بےشک وہ (حضرت ادریس علیہ السلام) راستی والے نبی تھے اور ہم نے ان کو (کمالات میں) بلند رتبہ تک پہنچایا۔

● اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ سے مِنۡ ذُرِّیَّۃِ اٰدَمَ سے مراد صرف حضرت ادریس علیہ السلام ہیں وَمِمَّنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں وَمِنۡ ذُرِّیَّۃِ اِبۡرٰہِیۡمَ سے مراد حضرت اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب علیہم السلام ہیں وَ اِسۡرَآءِیۡلَ سے مراد حضرت موسیٰ و ہارون و زکریا و یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔ ان سب کا اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنا اور خوف و خشیت سے گریہ و بکا ذکر فرمایا گیا ہے ● پھر ان انبیاء کرام اور صالحین کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور دنیا میں نفسانی لذتوں اور خواہشات کی پیروی کی سو یہ لوگ عنقریب جہنم کی وادی غیا میں گریں گے ● لیکن جو لوگ ان گناہ کرنے والے اعمال بد سے باز آجائیں اور صدق دل کے ساتھ توبہ کر لیں۔ اور ایمان و اعمال صالحہ کے جملہ تقاضوں کا اہتمام کریں تو ایسے لوگ ہر قسم کے نقصان سے محفوظ رہیں گے اور یقیناً انعامات الٰہی اور جنت کے مستحق ہوں گے ●

جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِىْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَاْتِيًّا ۝ لَا يَسْمَعُوْ
نَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝ تِلْكَ الْجَنَّةُ
الَّتِىْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ
لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا
رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ
تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ۝ ع

وہ (جنت) ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کا وعدہ غائبانہ خدائے رحمٰن نے اپنے بندوں سے کر رکھا ہے بےشک اس کا وعدہ پورا ہو کر رہنے والا ہے * اس (جنت) میں وہ کوئی فضول بات نہ سنیں گے ہاں البتہ سلام (کی آواز سنیں گے) اور انہیں اس میں ان کا کھانا صبح وشام (ملتا رہے گا) * یہ جنت ایسی ہے کہ ہم اپنے بندوں میں اس کا وارث اس کو بنا دیں گے جو (اللہ سے) ڈرنے والا ہو * اور ہم (یعنی فرشتے) نازل نہیں ہوتے مگر آپ کے پروردگار کے حکم سے اسی کی (ملک) ہے جو کچھ ہمارے آگے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے آپ کا پروردگار بھولنے والا نہیں * وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا ہے اور اس سب کا جو دونوں کے درمیان ہے سو تو اسی کی عبادت کیا کر اور اسی کی عبادت پر قائم رہ بھلا تو کسی کو اس کا ہم صفت جانتا ہے
(۱۹/۶۱ تا ۶۵ * ت : م)

۶۱۔ ان جنات کا تذکرہ ہو رہا ہے جن میں توبہ کرنے والے حضرات داخل ہوں گے یہ ہمیشہ رہنے والے سدا بہار جنت ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ کر رکھا ہے شدت ایقان اور قوت ایمان کی بابت وہ ان دیکھے اس پر ایمان لے آئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ یقینی، حتمی اور اٹل ہے۔ نہ وہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کرتا ہے اور نہ اسے تبدیل کرتا ہے جیسا کہ ایک اور مقام پر فرمایا: "اللہ کا وعدہ تو پورا ہو کر رہتا ہے۔ (المزمل۔ ۱۸) اور بیان فرمایا۔ بندے ضرور اس وعدہ تک پہنچیں گے اور اسے پائیں گے
(تفسیر ابن کثیر)

۶۲۔ اس جنت میں وہ کوئی فضول بات نہ سننے پائیں گے بجز سلام کے یعنی جنت کے اندر اہل جنت کوئی بیہودہ لغو نہیں سنیں گے بلکہ اللہ کی طرف سے اور باہم ایک دوسرے کی طرف سے سلام (کی آواز) سنیں گے تاہم معلوم کہ اہل جنت اب ہی کلام سنیں گے جو عیب اور نقص سے پاک ہوگا * اور ان کو ان کا کھانا صبح وشام ملے گا یعنی ہر طرح کا رزق بافراغت اور سہولت سے حاصل ہوگا۔ حسن بصری نے کہا۔ عرب کے نزدیک

زندگی کا عیش اس سے بڑھ کر معمول کوئی نہ تھا کہ صبح و شام کھانے کو غذا (پیٹ بھر کر) مل جائے۔ اللہ تعالیٰ نے عرب ہی کے محاورے کے مطابق اہل جنت کے لئے صبح و شام رزق ملنے کا ذکر کیا ورنہ حقیقت میں ہر قسم کے عیش کا حصول مقصود ہے۔ سعید بن منصور اور ابن ابی حاتم نے اس آیت کے ذیل میں حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ جتنی مقدار ان کو دنیا میں ملتی تھی اتنی ہی آخرت میں ملے گی۔ ابن مبارک نے اس آیت کی تشریح میں ضحاک کا قول نقل کیا ہے کہ رات دن کی مقدار کے مطابق ان کو ملے (تفسیر مظہری)

۶۳۔ یعنی یہ بہشت ہر ایک کا حصہ اور ورثہ نہیں بلکہ ہمارے بندوں میں سے صرف انہیں کا ہے جو پرہیزگار ہیں۔ دراصل وہی آدم کے حقیقی فرزند ہیں اور جنت آدم کو مل چکی ہے اس میں اپنے جد کا ورثہ پانے کے مستحق ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

۶۴۔ اے محبوب حق تعالیٰ "ہم آپ کے پاس اپنی مرضی سے نہیں اترتے ہم تو آپ کے رب کریم رحمٰن ورحیم کے حکم سے آپ کے پاس آپ کی خیر خبر لینے اور آپ کو مبارک سلامت کہنے آتے ہیں ہم تو اس رب تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں خواہ کوئی بھی زمانہ کوئی بھی وقت کوئی بھی حالت و کیفیت ہو۔ اسی اللہ کے علم حضوری اور احاطہ و قدرت میں ہے جو کچھ بھی اب ہمارے سامنے زمانہ حال میں ہے یا جو آئندہ اس کے بعد ہوگا یا جو ہمارے پہلے گزر گیا۔ اور اسی طرح جو کچھ دو زمانہ ان ماضی و حال کے درمیان ہوتا رہا ہے ہم بے خبر ہو سکتے ہیں بھول سکتے ہیں لیکن آپ کا رب کسی شخص کے کسی عمل کی کسی کیفیت کا کسی نوعیت و حالت اور نیت و ارادے کو کسی بھی زمانے میں ذرہ برابر نہیں بھول سکتا۔
(تفسیر نعیمی/ تیسیر القرآن)

۶۵۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے اور وہ مخلوق جو ان کے درمیان واقع ہے تو پھر وہ آپ کو کیسے چھوڑ دے گا * جب آپ کو یقین ہے کہ رب وہی ہے تو پھر اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کی عبادت میں ثابت قدم رہئے۔ العبادۃ یعنی بندے کو جس کی پرستش اور اوامر و نواہی کا حکم ہے ان پر پابند ہو کر رہنا * اور اللہ تعالیٰ کی عبادت پر صبر کیجئے یعنی عبادت میں جو مشقتیں اور تکلیفیں آئیں انہیں برداشت کرنا ہے۔ وحی کی تاخیر اور کفار کے استہزاء اور ان کے سب و شتم پر ملول نہ کیجئے کیونکہ وہی آپ کا نگران و نگہبان اور وہی آپ پر دنیا و آخرت میں لطف و کرم فرماتا ہے۔ (ف)
مثل کو سمی اس لئے کہتے ہیں کیونکہ وہ دونوں آپس میں ہم شکل اور ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں یہ مطلب ہے کہ کسی کے لائق نہیں کہ وہ کسی کا نام اللہ رکھے یہی وجہ ہے کہ مشرکین نے شرک میں غلو کے باوجود اپنے کسی بت کا نام اللہ نہ رکھا۔ کاشفی نے لکھا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی شان قدرت ہے کہ کسی بت پرست کو توفیق نہ ہوئی کہ وہ اپنے کسی بت کا نام اللہ رکھے اللہ تعالیٰ کی غیرت نے کسی کو اجازت نہ دی کہ کوئی بھی اس اسم سے کسی کو موسوم کر سکے گویا اس اسم کی تسمیہ اللہ تعالیٰ کی خاص حفاظت میں ہے

البتہ اہلِ ایمان پر دکھ سکھ اور پریشانی و راحت و سرور کے وقت اسی کا نام وردِ زبان رکھتے ہیں
(تفسیر روح البیان)

لغوی اشارات * عَدْنٍ : رہنا بسنا۔ کسی جگہ مقیم ہونا۔ یہ مصدر ہے اور اس کا فعل باب ضرب اور نصر سے آتا ہے۔ جَنّٰتِ عَدْنٍ * کے معنی ہیں رہنے بسنے کے باغات یعنی وہ جنتیں کہ جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا ▲ مَاْتِیًّا : آنے والا ضرور بر آکر رہنے والا (جلالین، خازن، بیضاوی) ▲ لَغْوًا : نکرہ منصوب۔ بیہودہ کلام ▲ بُكْرَةً : دن کا اول حصہ، صبح ▲ عَشِیًّا : (۱) زوال کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک (۲) دن کا پچھلا وقت (۳) زوال سے لے کر صبح کا وقت (۴) عَشِیٌّ اور عِشَاءٌ دونوں کے معنی ہیں نماز مغرب سے لے کر عشاء کی نماز تک کا وقت اسی لیے دن فارسی نے العشاء ون کا ترجمہ مغرب و عشاء کیا ہے (احمد علی) امام راغب اصفہانی نے اس کے معنی زوال سے لے کر صبح تک لکھے ہیں ▲ نَسِیًّا : صفت مشبہ نسیان سے بھولنے والا یعنی چھوڑنے والا ▲ اِصْطَبِرْ : تو قائم رہ، برقرار رہ، صبر کر۔ اصطبار سے جس کے معنی ہیں صبر کے ساتھ قائم رہنا۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ (لغات القرآن)

مفہومات مزیدہ * ان جنتوں کا ذکر ہے جن میں توبہ کرنے والے اور اللہ جل جلالہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، قرآن مجید، آخرت پر ایمان لانے والے اور اعمال صالحہ کرنے والے داخل کیے جائیں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ ضرور پورا ہوگا اور بندے اس وعدہ حق تک پہنچیں گے ● ان جنتوں میں اہلِ سعادت کوئی بے موقع اور نامناسب کلام نہیں سنیں گے بجز سلام و کلام عزت و اکرام کے اور انھیں جنت میں صبح و شام نعمتوں والا کھانا میسر ہوگا ● دیکھو یہ وہ انعام عظیم "جنت" ہے جس کا ہم وارث ان کو کر دیتے ہیں جو پرہیزگار، متقی، اطاعت گزار اور فرمانبردار ہیں۔ یقیناً مومنین میں جو متقی ہے وہ اس نعمت سے بہرہ مند ہے ● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ ذرا زیادہ آیا کرو تب یہ آیت نازل ہوئی خالق کائنات نے جبرئیلؑ کی طرف سے جواب مرحمت فرمایا۔ (صحیح بخاری) ● یہاں خطاب عام ہے ہر شخص حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی مخاطب نہیں۔ بعض نے خطاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مخصوص سمجھا۔ اس صورت میں معنی اس طرح ہوں گے کہ آپ تاخیر وحی سے فکر نہ کیجئے اور کافروں کے تمسخر کی پرواہ نہ کیجئے بلکہ بدستور عبادت الٰہی میں لگے رہئے

وَيَقُولُ الْإِنسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا ۝ أَوَلَا يَذْكُرُ
الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ۝ فَوَرَبِّكَ
لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۝ ثُمَّ
لَنَنزِعَنَّ مِن كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا ۝ ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ
بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ۝ وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ
حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ۝

اور آدمی کہتا ہے کیا جب میں مر جاؤں گا تو ضرور عنقریب جلا کر نکالا جاؤں گا ✱ اور کیا آدمی کو یاد نہیں کہ ہم نے اس سے پہلے اسے بنایا اور وہ کچھ نہ تھا ✱ تو تمہارے رب کی قسم ہم انھیں اور شیطانوں سب کو گھیر لائیں گے اور انھیں دوزخ کے آس پاس حاضر کریں گے گھٹنوں کے بل گرے ✱ پھر ہم ہر گروہ سے نکالیں گے جو ان میں رحمٰن پر سب سے زیادہ بے باک ہوگا ✱ پھر ہم خوب جانتے ہیں جو اس آگ میں بھوننے کے زیادہ لائق ہیں ✱ اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو تمہارے رب کے ذمہ پر یہ ضرور ٹھہری ہوئی بات ہے ✱ پھر ہم ڈر والوں کو بچا لیں گے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے گھٹنوں کے بل گرے ✱

(۱۹/۶۶ تا ۷۲ ✱ ت : ک)

۶۶۔ قیامت کا انکار کرنے والے انسان کے متعلق آگاہ کیا جا رہا ہے کہ وہ موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اسے محال سمجھتا ہے۔ (قرآن پاک میں ایک جگہ آیا ہے کہ) فرمایا "اور اگر تو حیران ہوتا ہے تو ان کا یہ قول بھی حیرت انگیز ہے کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہمیں نئے سرے سے پیدا کیا جائے گا" (۱۳/۵) (ابن کثیر)

۶۷۔ کیا انسان کہتا ہے اور وہ تفکر نہیں کرتا۔ بے شک ہم نے اسے اس سے پہلے پیدا فرمایا یعنی اس کی حالت میں کہ جس میں وہ ہے یعنی موجودہ زندگی سے پہلے۔ اور وہ کوئی شے نہ تھا بلکہ عدم محض تھا تو اسے یقین ہونا چاہئے کہ جو ذات کسی مادہ کے بغیر ابتداءً پیدا کرنے پر قادر ہے وہ اسی شے کو مواد کے متفرق ہونے کے بعد بھی جمع کر سکتی ہے۔ (روح البیان)

۶۸۔ اس دلیل کے بعد قسم ارشاد فرما کر وعدہ مستحکم کرتا ہے کہ ہم ان کو مرنے کے بعد ضرور جمع کریں گے اور شیاطین کو بھی جو انھیں گمراہ کرتے تھے پھر اس کے بعد ان سب کو جہنم کے کنارے پر حاضر کریں گے اور یہ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے جس طرح غم و فکر میں بیٹھتے ہیں (تفسیر حقانی)

۶۹۔ پھر ہم (چن چن کر) الگ کر دیں گے ہر گروہ سے ان لوگوں کو جو (خداوند) رحمٰن کے سخت نافرمان تھے۔ مِنْ
کُلِّ شِیْعَۃٍ یعنی ہر امت اور ہر مذہب سے ان لوگوں کو علیحدہ کر لیں گے جو ان میں سب سے زیادہ اللہ سے
سرکشی کرتا تھا۔ شِیْعَۃٍ: جدا گروہ، متبعین اور تابع۔ اس لفظ کا اطلاق واحد پر بھی ہوتا ہے اور
دو پر بھی اور جمع پر بھی، مذکر پر بھی اور مؤنث پر بھی۔ اصل ماخذ شَاعَ یَشِیْعُ (ضرب یضرب)
ہے۔ شاع کا معنی ہے پھیل گیا۔ مشہور ہو گیا۔ (قاموس) حضرت ثناء اللہ پانی پتیؒ کہتے ہیں متبعین
اور انصار کو شیعہ اس لئے کہتے ہیں کہ شیوع اور پھیلاؤ کا لازمی نتیجہ تقویت ہے اور مددگاروں
کے پھیلاؤ سے ہی شیوع کو اور پیشوا کو قوت حاصل ہوتی ہے۔ شَاعَ الْقَوْمُ، قوم پھیل گئی
اس کی تعداد بہت ہو گئی۔ کثرت متبعین سے کسی آدمی کو قوت حاصل ہوتی ہے۔ عِتِیًّا (مصدر ہے)
بمعنی غرور، معصیت میں حد سے آگے بڑھ جانا (قاموس) یا اطاعت سے سرکشی کرنا۔ بغوی
نے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ عِتِیًّا سے اس جگہ مراد جرأت ہے۔ (یعنی اللہ
کے مقابلہ میں بے باکی) مجاہد نے اس کا ترجمہ فجور کیا ہے (تفسیر مظہری)

۷۰۔ اور ہم ان کو خوب جانتے ہیں جو دوزخ میں جانے کے زیادہ مستحق ہیں۔ (تفسیر ابن عباسؓ)

● سو پہلے وہی سرغنہ اور سردار ہی جہنم میں جھونکے جائیں گے اور عذاب کی شدت اور اشدیت وغیرہ
کی ترتیب وہاں بھی ملحوظ رہے گی۔ (ماجدی)

۷۱۔ دوزخ جنت کے راستہ میں ہے۔ دوزخ پر پل صراط ہے سب وہاں سے گزریں گے۔ کفار پار نہ نکل سکیں
گے مومن پار نکل جائیں گے۔ کوئی نور نظر کی طرح، کوئی ہوا کی طرح، کوئی تیز گھوڑے کی طرح گزریں گے۔ (نور العرفان)

۷۲۔ پھر جو پرہیزگار رہے (شرک اور کفر سے بچے رہے) ان کو تو ہم دوزخ سے نکال لیں گے اور کافروں
کو اس میں گھٹنوں کے بل پڑا رہنے دیں گے یا سب کافروں کو اس میں چھوڑ دیں گے۔ پرہیزگار کا مطلب
پرہیزگاروں کو دوزخ میں لے جانے سے یہ ہو گا کہ دوزخ کو ایک بار دیکھ لیں اس کے بعد بہشت کو جائیں تاکہ
حق تعالیٰ کا شکر دل سے ادا کریں۔ دوسرے یہ کہ دوزخیوں کو اور زیادہ رنج ہو مسلمانوں کو نجات پاتے دیکھیں
اور اپنے حال پر روئیں تیسرے یہ کہ بہشت کی لذت زیادہ حاصل ہو جیسے محنت اور تکلیف کے بعد
آرام میں مزہ ملتا ہے۔ (تفسیر وحیدی)

لغوی ابحاث ✶ حَول: گرد، حوالی، مصدر ہے۔ اصل میں حول کے معنی کسی چیز کے متغیر ہونے اور
دوسرے سے جدا ہونے کے ہیں۔ اور اسی اعتبار سے کسی چیز کی اس جانب کو جس کی طرف اس کا پلٹنا
اور منتقل کرنا ممکن ہو حول کہتے ہیں ▲ جِثِیًّا: زانو پر گرے ہوئے، اوندھے گرے ہوئے۔ جاثٍ کی
جمع ہے جس کے معنی زانو کے بل گرنے والے کے ہیں ▲ لَنَنْزِعَنَّ: جمع متکلم مضارع با نون تاکید ثقیلہ نزع
مصدر (ضرب) ہم ضرور کھینچ لیں گے۔ ہم ضرور الگ کر دیں گے ▲ شِیْعَۃٍ: فرقہ، گروہ۔ اصل میں

شیاعٌ کے معنی اشاعت اور تقویت کے ہیں جس سے انسان کو تقویت ہو اور جو اس سے نکلا اور پھیلے ہوں وہ اس انسان کے شیعہ یعنی اس کا فرقہ اور یار کہلاتے ہیں۔ شیعہ کا اطلاق واحد تثنیہ جمع مذکر و مؤنث سب پر ہوتا ہے۔ شِیَعٌ اور اشیاعٌ جمع ▲ عِتِيًّا : حد سے باہر ہونا، اکڑنا، سرکشی کرنا۔ یہ عتا یعتو کا مصدر ہے۔ جوہری کا بیان ہے کہ یہ اصل میں عتوّ تھا اس لئے ایک ضمہ کو کسرہ سے بدلا تو واو کو بھی یا سے بدل دیا۔ عتیًّا ہوا۔ پھر ایک کسرہ کے ساتھ دوسرا کسرہ بھی لگا دیا گیا تاکہ اس تبدیلی کی مزید تاکید ہو جائے تو عِتیا ہو گیا۔ (تاج العروس) تاج المصادر میں عتیا کا ترجمہ لکھا ہے "نہایت پیری رسیدن" روح المعانی میں ہے کہ عتیؔ کے معنی ہیں جوڑوں اور ہڈیوں میں خشکی پیوست ہو جانے کے ہیں ▲ صِلِيًّا : آگ میں داخل ہونے آگ میں داخل ہونا ▲ وارِدُ: اسم فاعل واحد مذکر مرفوع مضاف۔ ورودٌ مصدر (ضرب) سامنے پہنچ جانے والا یا اترنے والا۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اس جگہ مراد ہے پل صراط سے گزرنا ▲ حَتْمًا : ضروری، لازم، حتمی، مقدر، یعنی طے شدہ فیصلہ الٰہی کا نام حتم ہے ▲ مَقْضِيًّا : اسم مفعول واحد مذکر قضاءٌ مصدر، فیصل شدہ۔ مقرر (لغات القرآن)

مفہومات مزید ✱ حقیقتوں سے غافل انسان کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو پھر کیا ایسا ہونے والا ہے کہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا ✱ انسان یہ بات کیوں فراموش کر دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قبل ازیں پیدا کیا وجود بخشا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا ✱ رب تعالیٰ نے قسم ارشاد فرمائی کہ تمہارے رب کی قسم ہم انہیں اور شیاطین کو سب کو جمع فرمائیں گے شیاطین انسانوں کو گمراہ کرنے والے سب جہنم کے کنارے حاضر کئے جائیں گے غم و اندوہ میں بیٹھے ہوئے اونٹوں کی طرح گھٹنوں کے بل وہ بیٹھے ہوں گے ✱ پھر سب کو الگ الگ کیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور سرکشی میں زیادہ دلیر تھے وہ جدا کئے جائیں گے ✱ یہ بات علم الٰہی میں ہے کہ کون دوزخ کی آگ میں جلنے کے لائق ہے ✱ ہر ایک کا گزر اس تک ہوتا۔ یہ فیصل شدہ بات ہے ✱ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے متقی پرہیزگاروں کو نجات عطا فرمائے گا جب کہ ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل پڑے رہنے دیا جائے گا۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا
وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ۝ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا
وَّرِءْيًا ۝ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰى
اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ
مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ۝ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا
هُدًى ؕ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا

اور جب ان کو ہماری کھلی ہوئی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کافر ایمانداروں سے کہتے ہیں کہ بتاؤ کونسا فریق ہم یا تم میں سے مرتبہ میں بہتر اور مجلس کے لحاظ سے عمدہ ہے * حالانکہ ہم ان سے پہلے بہت سی ایسی جماعتیں ہلاک کر چکے ہیں کہ جو اسباب اور نمود میں ان سے کہیں بہتر تھے * کہہ دو جو کوئی گمراہی میں پڑا ہوا ہے سو اللہ اس کو (دنیا میں) ڈھیل دیے دیتا جاتا ہے یہاں تک کہ جس کا وعدہ دیا گیا ہے جب اس کو دیکھیں گے یا تو عذاب کو یا قیامت کو تب معلوم ہو جاوے گا کہ کون برے درجے میں ہے اور کس کی فوج کمزور ہے * اور جو راستے پر ہیں اللہ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا جاتا ہے اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اور انجام کے لحاظ سے بہت ہی بہتر ہیں۔ (19/73 تا 76)*

۷۳۔ اور جب ان کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں جو کھلی ہوئی ہیں یعنی جن کا مطلب واضح ہے خواہ خود ہی اس کا مطلب کھلا ہوا سمجھ میں آجاتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے ان کا مطلب واضح ہو جاتا ہے۔ یا بَیِّنٰت کا یہ مطلب ہے کہ چونکہ آیات معجزہ ہیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر واضح طور پر دلالت کرتی ہیں اور آپ کی نبوت کو ثابت کرتی ہیں۔ تو کافر اہل ایمان سے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی صحابہ غریب تھے اور مشرک مالدار تھے (ظاہری آرائش دنیا نفس سے مزین)۔ صحابہ سے کہا کہ (دیکھو ہم) دونوں گروہوں میں کس کا مقام اچھا ہے اور کس کی مجلس اعلیٰ۔ مطلب یہ کہ کیا جب آیات واضحات کے مقابلہ سے عاجز ہو گئے اور کوئی جواب ان کو نہ بن پڑا تو الٹا فخر و غرور کہنے لگے دیکھو ہمارا حال کیا ہے اور تم کس حالت میں ہو۔ ہم دنیا میں مرفہ الحال ہیں اور تم بدحال۔ اگلی آیت میں ان کے قول کی تردید آ رہی ہے

۷۴ - دولت و ثروت راہ راست پر ہونے کی کوئی دلیل نہیں - تم سے پہلے کئی ایسی قومیں گزر چکی ہیں جو سامان آرائش و زینت میں تم سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں ان کے ٹھاٹ باٹ و محلات بڑے خوش منظر تھے لیکن بعض ان کے گناہوں کی پاداش میں ملیا میٹ کر دیا گیا - دیکھو کہیں تمہارا انجام بھی ایسا نہ ہو (ضیاء القرآن)

۷۵ - مال و منال پر فخر کرنے والوں سے فرمایا جو کوئی گمراہی میں یعنی راہ حق سے دوری میں یعنی وہ جہل میں ڈوبا ہوا اور عواقب امور سے بالکل غافل ہے تو اسے اللہ تعالیٰ ڈھیل دیتا ہے اور لمبی عمر کرکے مہلت دنیا اور مال و تمکین اور تصرفات دنیویہ دے کر آزماتا ہے - یہاں تک جب وہ شے دیکھیں گے جس سے وہ دنیا میں ڈرائے جاتے تھے * عذاب سے یا دنیوی عذاب مراد ہے جیسا کہ ان پر مسلمانوں کا غلبہ اور انہیں طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا رکھنا مثلاً قتل کر دینا یا قیدی بنانا وغیرہ وغیرہ یا آخرت کا عذاب مراد ہے جب کہ انہیں قیامت میں سخت سے سخت عذاب میں مبتلا ہونا ہوگا * یہاں تک کہ وہ عذاب دنیوی یا اخروی کو دیکھیں گے جس کا اس سے انہیں دنیا میں ڈرایا جاتا تھا تو انہیں معلوم ہوگا کہ وہ دونوں گروہوں میں سے آج مراتب میں بدترین کون ہے جب آنکھوں سے دیکھیں گے کہ معاملہ بالکل برعکس ہے جب کہ انہوں نے سمجھ رکھا تھا کہ صرف وہی باعزت ہیں اور اہل ایمان (اس سے دور ہیں) لیکن حال یہ ہوگا کہ وہ خود بڑے ذلیل و خوار ہوں گے اور اہل ایمان بڑے بڑے ذی اقتدار و وقار (روح البیان)

۷۶ - گمراہوں کی گمراہی میں زیادتی کا ذکر کرنے کے بعد ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت میں اضافہ کا ذکر ہو رہا ہے - ثواب کے معنی جزا اور مرد کا معنی عاقبت (انجام) ہے - ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے آپ نے ایک خشک شاخ کو پکڑ کر ہلایا تو اس کے سوکھے پتے جھڑنے لگے پھر ارشاد فرمایا " لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر و سبحان اللہ والحمد للہ " کے کلمات گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جس طرح ہوا اس (خشک) درخت کے پتوں کو جھاڑ دیتی ہے - اے ابو الدرداء ! ان کلمات کو پڑھا کرو اس سے پہلے کہ تمہارے اور ان کے درمیان رکاوٹ کھڑی ہو جائے - یہی باقیات الصالحات ہیں اور جنت کے خزانوں میں سے ہیں - حدیث کے راوی ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو الدرداء جب اس حدیث کو بیان کرتے تو فرماتے کہ میں ضرور تہلیل، تکبیر، تسبیح کرتا رہوں گا یہاں تک کہ جاہل مجھے دیکھ کر مجنون خیال کرنے لگیں (تفسیر ابن کثیر)

لغویات :- * ندیاً : وہ محفل جہاں لوگ جمع ہو کر باتیں کرتے ہیں ▲ قرن : سینگ، عورت کے گیسو اور بالوں کا بندھا ہوا حصہ (مینڈھی) زمانہ - ایک زمانے کے آدمی، قوم کا سردار، قرن الشمس آفتاب کا کنارہ، عمر، مثل - دس تا ایک سو بیس سال بیان ہوئی - سو سال کو قرن کہنا زیادہ صحیح ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لڑکے کو دعا دی " تیری عمر ایک قرن ہو " چنانچہ

اس کی عمر سو سال ہوتی۔ (مجمع البحار) قرنٌ کی جمع قرون ہے آیات میں وہ قوم مراد ہے جو ایک زمانہ میں ہو ▲ اَثَاثًا : گھر کا سازوسامان مال و اسباب۔ اس کا واحد نہیں آتا ▲ یَمْدُدْ : واحد مذکر غائب امر مَدٌّ مصدر (نصر) اس کو ڈھیل دے رہا ہے ▲ مَدًّا : اسم اور مصدر (نصر) کھینچنا، پھیلانا، بچھانا، وسیع کرنا، دن نکلنا، دوات میں روشنائی ڈالنا، دوات سے روشنائی نکالنا، نقطہ کا پھیلاؤ، پیہم مسلسل زیادتی کرنا، دریا کا چڑھاؤ ▲ جُنْدًا : لشکر ▲ مَرَدًّا : اسم ظرف لوٹنا یا جانا، مراد انجام۔ (لغات القرآن)

معلومات مزید ✶ الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ : آیت شریف میں باقیات الصالحات کے متعلق آیا ہے کہ نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثواب اور انجام کے لحاظ سے بہت ہی بہتر ہیں۔ امام احمد بن حنبل رح نے حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر تہلیل، تسبیح، حمد اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ کو باقیات الصالحات فرمایا ہے۔ نیز امام احمد رح نے نعمان بن بشیر رض اور طبرانی نے سعد بن عبادہ رض اور ابن جریر نے حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت کیا ہے کہ سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر یہ باقیات الصالحات ہیں۔ موضح القرآن میں حضرت شاہ عبد القادر رح نے لکھا ہے کہ "رہنے والی نیکیاں یہ کہ علم سکھا جاوے جو جاری رہے یا نیک رسم چلا جاوے یا مسجد یا کنواں، سرائے، باغ، کھیت وقف کر جاوے یا اولاد کو تربیت دے کر چھوڑ جاوے۔ (یہ تفسیر صحیح احادیث سے ماخوذ ہے) علامہ سیوطی رح نے فرمایا "وہ اعمال جن کا نفع بعد وفات پہنچتا رہے" جن کا ثواب انسان کے لئے باقی رہے۔ راغب اصفہانی رح فرماتے ہیں کہ "صحیح یہ ہے کہ اس میں ہر وہ عبادت داخل ہے جو اللہ کے لئے کی جاوے"۔ باقیات الصالحات میں ہر امر خیر داخل ہے۔

أَفَرَءَيْتَ الَّذِى كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ۝ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ
أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهُۥ مِنَ
الْعَذَابِ مَدًّا ۝ لا وَّنَرِثُهُۥ مَا يَقُوْلُ وَيَأْتِيْنَا فَرْدًا ۝ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۝ لا كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ
عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝ ع

بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا ہے جو ہماری نشانیوں سے کفر کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ مجھے تو مال اور اولاد مل کر رہیں گے * تو کیا یہ غیب پر مطلع ہو گیا ہے یا اس نے خدائے رحمٰن سے کوئی عہد لے لیا ہے * ہرگز نہیں (البتہ) ہم اس کا کہا ہوا ابھی لکھ لیتے ہیں اور اس کے لئے عذاب بڑھاتے ہی چلے جائیں گے * اور اس کی کہی ہوئی چیزوں کے ہم ہی مالک رہ جائیں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا * اور ان لوگوں نے اللہ کے علاوہ معبود قرار دے رکھے ہیں تاکہ ان کے لئے وہ باعث قوت ہوں * ہرگز نہیں (بلکہ) وہ تو عنقریب خود بھی ان کی عبادت کا انکار کر بیٹھیں گے اور ان کے مخالف ہو جائیں گے۔ (۱۹/۷۷ تا ۸۲ * ت: م)

۷۷۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت خبابؓ بن ارت کا زمانہ جاہلیت میں عاص بن وائل سہمی پر قرض تھا وہ اس کے پاس تقاضے کو گئے تو عاص نے کہا کہ میں تمہارا قرض نہ ادا کروں گا جب تک کہ تم سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھر نہ جاؤ اور کفر اختیار نہ کرو۔ حضرت خبابؓ نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ تو مرے اور مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھے۔ وہ کہنے لگا کہ کیا میں مرنے کے بعد پھر اٹھوں گا۔ حضرت خبابؓ نے کہا ہاں۔ عاص نے کہا تو پھر مجھے چھوڑیئے یہاں تک کہ میں مر جاؤں اور مرنے کے بعد پھر زندہ ہوں اور مجھے مال و اولاد ملے جب ہی آپ کا قرض ادا کروں گا اس پر یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں۔ (کنزالایمان)

۷۸۔ (اس لاف زنی کی وجہ کیا ہے) کیا وہ آگاہ ہو گیا ہے غیب پر یا لے لیا ہے اس نے (خداوند) رحمٰن سے کوئی وعدہ۔ یعنی اس گستاخ اور احمق کو ایسا کہنے کی جرأت کیوں ہوئی ہے (ضیاء القرآن)

۷۹۔ اللہ کے فرشتے اعمال لکھتے ہیں اور اللہ کے حکم سے لکھتے ہیں اس لئے فرشتوں کا لکھنا اللہ کا لکھنا ہوا یہی وجہ ہے کہ آیت میں لکھنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی * عذاب میں اضافہ کرنے سے یہ مراد ہے کہ کفر کا عذاب تو اس کے لئے پہلے سے مقرر ہے اب استہزا کا عذاب مزید اس کے ساتھ شامل کر دیا جائے گا۔ (تفسیر مظہری)

۸۰۔ اور اس کے مرنے پر جو کچھ وہ کہتا ہے اس کے بجائے ہم اسے عذاب دیں گے یعنی وہ مال و اولاد کی
امید رکھتا ہے حالانکہ ہم اسے سخت عذاب میں مبتلا کریں گے۔ (ف) اس میں تنبیہ ہے
کہ جو کچھ وہ کہتا ہے یہ اس کا محض گمان ہے بلکہ مرنے پر یہ مال و اولاد اس سے چھین جائے گا
اور جس سے کا توسیدہ تھا جہنم میں جائے گا یہی اس کی سزا ہے (کذا فی الارشاد) کاشفی نے لکھا
ہے کہ اس کی اولاد و مال کو اس کے مرنے کے بعد میراث میں بانٹ لیں گے * اور قیامت میں ہمارے
پاس آئے گا اکیلا تنہا کہ اس کے ساتھ کوئی نہ ہوگا نہ مال نہ اولاد یعنی اس کا تمام اثاثہ
دنیا میں رہ جائے گا وہاں اکیلا حاضر ہوگا۔ (تفسیر روح البیان)
۸۱۔ اور جس طرح یہاں (دنیا میں) اس کو مال میں مال دیا جاتا ہے اس کی ناشکری پر عذاب میں مبتلا
دیا جائے گا اور اس افزائش اولاد و مال کو بتوں اور غیر اللہ کی پرستش کا نتیجہ سمجھتے تھے اور
اس لئے آخرت کی بھلائی کی بھی انہی سے امید رکھتے ہیں اور وہاں کی عزت انہی سے چاہتے ہیں۔ (تفسیر حقانی)
۸۲۔ ہرگز نہیں، ان کے یہ معبود غیر خدا ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے بلکہ الٹا ان کے دشمن ہو
جائیں گے اور ان کی مخالفت پر اتر آئیں گے * سدی اس آیت کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ کافر ان بتوں کی
عبادت کا انکار کر دیں گے * انہوں نے جو امید ان بتوں سے وابستہ کر رکھی ہے وہ اس کے برخلاف
ثابت ہوں گے۔ حضرت ابن عباسؓ "ضد" کا معنی مددگار بیان کرتے ہیں یعنی وہ ان کے خلاف
مددگار ثابت ہوں گے۔ ان سے جھگڑیں گے اور ان کی تکذیب کریں گے۔ قتادہ اس کا یہ مفہوم بیان
کرتے ہیں کہ وہ جہنم میں ان کے ساتھی ہوں گے، وہاں ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے اور ایک دوسرے کا
انکار کریں گے۔ سدی "ضد" کا معنی بیان کرتے ہیں: سخت جھگڑالو۔ ضحاک اس کا معنی دشمن بیان کرتے ہیں
ابن زید کہتے ہیں کہ ضد کا معنی ہے: آزمائش اور عکرمہ کے بقول اس کا معنی حسرت ہے (تفسیر ابن کثیر)
لغوی اشارے * أَطَّلَعَ : میں جھانکوں۔ میں مطلع ہوں۔ اطلاع سے مضارع کا صیغہ واحد
متکلم ▲ كَلَّا : جمہور کے نزدیک حرف بسیط ہے۔ ثعلب نحوی کے نزدیک مرکب ہے۔ کَ تشبیہ اور
لا نافیہ ہے حالت ترکیب میں کَ اور لا کے انفرادی معنی باقی نہیں رہے اسی لئے لام کو مشدد
کر دیا گیا۔ بعض کے نزدیک کلا کے معنی صرف ردع اور روکنے کے ہیں (خواہ بطور زجر و توبیخ
کے ہو یا بطور تربیت یا ادب آموزی کے) اسی لئے ان علماء کے نزدیک قرآن مجید کے تمام ۳۳
مقامات میں جس جس جگہ کلا آیا ہے ہر جگہ کلا پر وقف کرنا جائز ہے اور بعد کو آنے والا کلام
نئے سرے سے شروع ہوتا ہے۔ کلا کے معنی میں تہدید و زجر ہی ہے ▲ نَمُدُّ : جمع متکلم مضارع
مَدٌّ، مصدر نصر۔ ہم بڑھاتے چلے جائیں گے ▲ مَدًّا : اسم اور مصدر (نصر) کھینچنا، پھیلانا
بچھانا، وسیع کرنا۔ دن نکلنا، دوات میں روشنائی ڈالنا، بہم زیادتی کرنا ▲ فَرْدًا : واحد (حالت

فَرْدًا: جمع فرادیٰ بمعنی اکیلا، تنہا جو کسی کے ساتھ مخلوط نہ ہو۔ لفظ فرد، وتر (طاق) سے عام ہے اور واحد سے خاص (راغب) اللہ کے فرد ہونے کے معنی یہ ہے اس کا جوڑا نہ ہونا اور ما سوا سے بے نیاز ہونا (مفردات)

▲ عِزًّا: عزت، قوت، یہ عَزَّ یَعِزُّ کا مصدر ہے جس کے معنی قوی ہونے کے ہیں۔ تاج العروس میں ہے۔ عزّ کے معنی ہیں اصل میں قوی ہونا، سخت ہونا، غلبہ پانا، بلند ہونا اور محفوظ ہونا اور ابن القطاع نے کتاب الافعال میں اس کے معنی اعانت کرنے کے بھی لکھے ہیں۔ ▲ ضِدًّا: مخالف، اضداد جمع۔ یہ مفرد اور جمع دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ (لغات القرآن)

مفہومات مزید ✶ آخرت میں دولت و نعمت ملتی ہے ایمان کے باعث۔ کافر لاکھ چاہے کہ دنیا کی دولت وہاں آخرت میں ملے سو یہ ہرگز نہیں ہوتا ✶ قرآن کریم نے اس حقیقت کو واضح فرما دیا کہ کس کو کیسے معلوم ہے اگر دوبارہ زندہ ہونے کے وقت بھی اس کے پاس مال اور اولاد ہوں گے کیا ایسا کہنے والے نے غیب کی باتیں جھانک کر معلوم کر لی ہیں یا اللہ رحمٰن سے مال و اولاد کے لئے کوئی وعدہ لے لیا ہے ظاہر ہے ایسی کوئی بات نہیں تو یہ خیال کیوں جما لیا ہے ✶ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا اس کی یہ بات لکھ لیتے ہیں اس کی یہ بات اس کے آگے آئے گی اس کے عذاب کی رسی لمبی کرتے جائیں گے ✶ وہ بالکل اکیلا ہی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگا ✶ جنہوں نے اللہ کے سوا معبود بنا لئے ہیں کہ وہ انہیں زور دیں ✶ ہرگز نہیں بلکہ وہ ان کی بندگی کے منکر اور ان کے مخالف ہو جائیں گے ✶

أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا ۝ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۖ
إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ۝ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَٰنِ وَفْدًا ۝ وَنَسُوقُ
الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا ۝ لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ
الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ۝ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ۝
تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝
أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدًا ۝ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ۝

کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ ہم نے مسلط کر دیا ہے شیطانوں کو کفار پر وہ انھیں (اسلام کے خلاف) ہر وقت اکساتے رہتے ہیں* پس عجلت نہ کیجیے ان پر (نزولِ عذاب کے لئے) ہم گن رہے ہیں* ان کے ایامِ زندگی کو اچھی طرح وہ دن جب ہم اکٹھا کریں گے پرہیزگاروں کو رحمٰن کے حضور میں (معزز و مکرم مہمان بنا کر) اور اس روز ہانک کر لائیں گے مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے جانوروں کی طرح* انھیں کوئی اختیار نہیں ہوگا شفاعت کا بجز ان کے جنھوں نے خداوندِ رحمٰن سے کوئی وعدہ لے لیا ہے* اور کفار کہتے ہیں بنا لیا ہے رحمٰن نے (ملائکہ کو اپنا) بیٹا* (اے کافرو!) یقیناً تم نے ایسی بات کہی ہے جو سخت معیوب ہے* قریب ہے آسمان شق ہو جائیں اس (خرافات) سے اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ گر پڑیں لرزتے ہوئے* کیونکہ وہ کہہ رہے ہیں کہ رحمٰن کا ایک بیٹا ہے* اور نہیں جائز رحمٰن کے لیے کہ وہ بنائے کسی کو (اپنا) فرزند* (۱۹/۸۳ تا ۹۲ * ت: ض)

۸۳۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے یعنی ان پر مسلط کر دیا ہے وہ ان کو اکساتے رہتے ہیں یعنی برے کاموں کی رغبت دلاتے رہتے ہیں (کھلونوں) کی طرح ان کو اچھالتے رہتے ہیں دنیا کھلونا بنا رکھا ہے۔ (تفسیر وحیدی)

۸۴۔ "تو آپ ان کے حق میں جلدی نہ کیجیے" (کہ ان پر عذاب کسی طرح آ جائے تاکہ آئندہ کے لئے مخلوق ان کے فتنہ اور شر سے محفوظ ہو جائے) "ہم خود ان کی (حرکتیں) شمار کر رہے ہیں" اور مناسب وقت پر سزا دے لیں گے۔ (تفسیر ماجدی)

۸۵۔ جس دن شانِ عزت واحترام سے ہم جمع کر لائیں گے پرہیزگاروں کی جماعتوں کو مہمانی وفد

2867

کی طرح اس اللہ کی بارگاہ اقدس میں جو اپنے پیاروں کے لئے رحمٰن ہے قبر میں حشر میں حساب و کتاب میں
غفاریت و عنایت میں اس کی تجلیات میں مقام کرامت و عظمت میں جیسے کہ شہنشاہوں کے حضور انعام
و تحفات پانے کے لئے اہل ہنر حاضری دیتے ہیں۔ احادیث صحیحہ میں مروی ہے کہ متقین کا یہ حشر
خوشبودار اونٹوں پر ہوگا۔ لباس زینت و معطر میں ہر متقی کا خوشبودار سواری بقدر تقویٰ ہوگی
بعض اونٹوں پر دس دس بعض پر چار بعض پر تین اور کسی پر صرف ایک ہی نہایت شان و شوکت
سے سوار ہوگا ان اونٹوں کی زینیں یاقوت کی پچھلی ٹیک سونے کی تمامیں زبرجد کا یہ سواریاں
اہل ایمان کو دوبار ملیں گی پہلے قبروں سے نکلنے کے بعد ان پر بیٹھ کر میدان محشر میں نور کا تاج پہنے
ہوئے آئیں گے عرش اعظم کے پاس آکر میں گے پھر بعد حساب و کتاب جنت میں جانے کے لئے سواریاں
عطا کی جائیں گی۔ انبیاء کرام علیہم السلام خوبصورت نورانی گھوڑوں پر حضرت صالح علیہ السلام اپنے ناقہ پر آقائے
کائنات سرور دو عالم ﷺ براق پر عوام مسلمان اپنے اپنے عمل صالحہ پر جو اس دن جانوروں کی شکل میں کر دیے جائیں گے
اور ہر ایک عمل صالح قبر سے اٹھنے پر مومن کا استقبال کرے گا نہایت خوب صورت شکل میں۔ امام حسین کریمین
شہداء کے جھرمٹ میں جنت کے اونٹوں پر سوار ہوں گے۔ فاسقین پیدل ہوں گے یہ سب کچھ شان کریمانہ
کی طرف سے فقط مومنین کی عزت افزائی کے لئے (اشرف التفاسیر)

٨٦ - اس روز ہم مجرموں کو پیاسے جہنم کی طرف ہانک کر لائیں گے (ابن کثیر)

٨٧ - اور وہاں کوئی بھی کسی کی سفارش کرنے کی اہلیت نہ رکھے گا "ما سوا اس کے جس نے خدا سے پیمان
اقرار کر لیا ہے۔ حضرات انبیاء، اولیاء، صلحاء لیکن وہ بھی کسی کے لئے صرف انہی کے لئے جنہوں نے
دنیا میں خدا پرستی و ایمان کے سبب اپنے خدا کے پاس عہد مغفرت قائم کر لیا ہے (تفسیر حقانی)

٨٨ - اور یہود و نصاریٰ ایسے ہی اہل عرب میں سے وہ لوگ جن کا خیال تھا کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی
لڑکیاں ہیں یہ کہا کہ رحمٰن نے اولاد مقرر کر رکھی ہے۔ (روح البیان)

٨٩ - تم نے نہایت سخت حرکت کی ہے حضرت ابن عباس رض نے اِدًّا کا ترجمہ کیا ہے منکر یعنی
بری۔ مجاہد اور قتادہ نے سخت بری "ادنی امر" خلاف بات یا واقعہ کا مجموعہ یہ سخت بوجھ
ہے ا یہ عربی محاورہ ہے لغوی نے لکھا ہے عربی زبان میں اد کا معنی ہے بہت ہی برا حادثہ (مظہری)

٩٠ - یہ اتنا برا بہتان ہے کہ اس کی نحوست سے سارا نظام عالم درہم برہم ہو سکتا ہے لیکن
اللہ تعالیٰ کا حلم اور اس کی حکمت الٰہی اس کی مقتضی نہیں (ضیاء القرآن)

91 - حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ کفار نے جب یہ گستاخی اور اسباب بالکانہ کلمہ منہ سے
نکالا تو جن و انس کے سوا آسمان زمین پہاڑ وغیرہ تمام خلق پریشانی سے بے چین ہو گئی
اور قریب ہلاکت کے پہنچ گئی ملائکہ کو غضب ہوا اور جہنم کو جوش آیا۔ (کنز الایمان۔ حاشیہ)

1868

۹۲۔ اللہ کی یہ شان کب ہو سکتی ہے کہ اپنے لیے بیٹا بنا لے (ترجمان القرآن)
● شانِ رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ اولاد رکھے۔ (جونا گڑھی)

لغوی اشارات ★ تَؤُزُّهُمْ: وہ (شیطانوں کی ٹولی) ان کو ابھارتی ہے، وہ ان کو اچھالتی ہے، وہ ان کو بھڑکاتی ہے (نصر) تَؤُزُّ، اَزٌّ سے۔ جس کے اصل معنی تو دیگ کے جوش مارنے کے ہیں اور پھر اسی مناسبت سے ورغلانے، ابھارنے، آپس میں گتھ جانے، اور اچھال دینے کے لیے آتے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مونث غائب۔ ھم ضمیر جمع مذکر غائب ★ عَدًّا: شمار کرنا، گننا، گنتی، شمر دلی۔ یہ عَدَّ یَعُدُّ کا مصدر ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں بعض اعداد کو بعض کے ساتھ ضم کرنے کا نام عَدّ ہے ▲ وَفْدًا: مصدر، جماعت، جمع وَافِدٌ۔ واحد مہمان یا کسی قوم کا نمائندہ یا قاصد ▲ نَسُوْقُ: جمع متکلم مضارع سوق مصدر (نصر) ہم ہانکیں گے، ہم چلاتے ہیں، ہم رواں کرتے ہیں ▲ وِرْدًا: جمع وارد واحد۔ پیاسے وارد یا گھاٹ پر پہنچنے والے کو کہتے ہیں ▲ اِدًّا: بھاری بوجھ، نامناسب کام ▲ هَدًّا: مصدر بمعنی اسم مفعول
مصدر بمعنی اسم مفعول منہدم ڈھیا ہوا۔ (لغات القرآن)

مفہومات مزید ★ کافروں کو شیاطین بہکاتے اور معاصی پر اکساتے ہیں کافر شیطانوں کے ہاتھوں کھلونا بنے ہوئے ہیں وہ جس طرح چاہتے ہیں اپنے اشاروں پر کفار کو متحرک رکھتے ہیں ★ کفار کی تمام حرکتیں شمار ہو رہی ہیں اور جب اللہ تعالیٰ چاہے گا انہیں ان کے کفر و معاصی کی سزا ملے گی ★ اہل ایمان متقی لوگوں کو عزت و توقیر کے ساتھ رب کی بارگاہ میں جمع کیا جائے گا آخرت کے ہر مرحلے میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایات ہوں گی ★ کفار و مشرکین کو قیامت کے دن جہنم کی طرف لیجایا جائے گا کہ وہ پیاس کی حالت میں ہوں گے ★ کفار و مشرکین اور اکثر جہلاء یہ خیال رکھتے تھے کہ ملائکہ رحمٰن کی بیٹیاں ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد و تقرر ہونے کا باطل عقیدہ رکھتے تھے ★ یہ ان نادانوں جاہلوں کی طرف سے بدترین خیال اور بری حرکت ہے کہ ایسی بات کہی یا مانی جائے ★ یہ باطل خیال اور گستاخانہ بات وہ بہتان ایسا ہے کہ اس کی پاداش و نحوست سے سارا نظام کائنات درہم برہم ہو سکتا ہے لیکن ارحم الراحمین کا کرم و رحم ہے کہ حلم و حکمت الٰہی سے یہ سزا روکی ہوئی ہے ★ کفار و معاندین حق کی اس بات پر انسانوں اور جنوں کے سوا تمام مخلوق پریشان و مضطرب ہو گئی ★ اللہ تعالیٰ کی کبریائی و بڑائی اور لم یلد و لم یولد کی شان و عظمت کیا ہے۔ وہ پاک و منزہ ہے اور اس کے لائق نہیں کہ اپنے لئے بیٹا بنائے یا اولاد رکھے وہ اپنی شانِ یکتائی میں بے مثل و مثال ہے۔

1869

إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ لَقَدْ أَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۝ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ۝ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝ فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ۝ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ۭ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۝ ع

آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اس کے حضور بندے ہو کر حاضر ہوں گے * بے شک وہ ان کا شمار جانتا ہے اور ان کو ایک ایک کر کے گن رکھا ہے * اور ان میں ہر ایک روز قیامت اس کے حضور اکیلا حاضر ہوگا * بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کے لئے رحمٰن محبت کر دے گا * تو ہم نے یہ قرآن تمہاری زبان میں یونہی آسان فرمایا کہ تم اس سے ڈر والوں کو خوشخبری دو اور جھگڑالو لوگوں کو اس سے ڈر سناؤ * اور ہم نے ان سے پہلے کتنی سنگتیں کھپائیں کیا تم ان میں سے کسی کو دیکھ سکتے ہو یا ان کی بھنک سنتے ہو (۱۹/۹۳ تا ۹۸ * ت : ک)

۹۳- آسمان و زمین میں جو کوئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ملک ہے اس کی مخلوق ہے بندگی اور اطاعت و انقیاد کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرنے والا ہے اور قیامت کے دن اس کے سامنے ذلت عبدیت کے ساتھ آنے والا مجازی عبودیت ہونا بھی اولاد ہونے کے منافی ہے اسی لئے اگر کوئی کسی سبب سے اپنے بیٹے کا مالک ہو جائے بطور میراث یا خریدنے کے ذریعہ یا کسی کے ہبہ کرنے سے کسی کا بیٹا اس کی ملک میں داخل ہو جائے تو ملک میں آتے ہی آزاد ہو جائے گا۔ پس حقیقی مملوک ہونے کا کیا ٹھکانہ، حقیقی مملوک تو مالک کی مخلوق ہے (مظہری)

۹۴- بے شک اللہ نے گنا ہے اور انہیں محیط ہے اس حیثیت سے کہ کوئی بھی اس کی گنتی سے خارج نہیں ہوتا اور ہر ایک اس کے قبضہ قدرت میں ہے باوجودیکہ اشیاء کی کثرت ہے کہ وہ سب اسی کی ملکوت کے گھیرے میں ہیں اور ان کے اشخاص و انفاس و آجال کو شمار کیا ہے۔ (روح البیان)

۹۵- روز قیامت ہر ایک تن تنہا حاضر ہوگا بے اولاد و مال اور ان کے (باطل) معبود کوئی بھی ساتھ نہ ہوگا (تفسیر حقانی)

۹۶. اللہ تعالیٰ اپنے صالح بندوں کے دلوں میں اپنے مومن بندوں کی محبت و مودت پیدا کر دیتا ہے جو شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق نیک اعمال بجا لا کر اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے کہ اے جبرئیل (علیہ السلام)! میں فلاں سے محبت کرتا ہوں، اس لئے تم بھی اس سے محبت کرو چنانچہ جبرئیل (علیہ السلام) بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر آسمان والوں میں یہ اعلان کر دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو اپنا محبوب رکھتا ہے، پس تم بھی اس سے محبت کرو چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین پر اسے مقبولیت عامہ بخشی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے ناخوش ہوتا ہے تو جبرئیل (علیہ السلام) کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں سے ناراض ہوں اس لئے تم بھی اس سے دشمنی کرو چنانچہ جبرئیل علیہ السلام بھی اس کے دشمن بن جاتے ہیں پھر آسمان والوں میں یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اس لئے تم بھی اس سے عداوت اور نفرت کرو چنانچہ آسمان کے تمام فرشتے بھی اس کے دشمن بن جاتے ہیں پھر زمین پر اس کی عداوت اور نفرت کو عام کر دیا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الادب، صحیح مسلم کتاب البر، مسند احمد) حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "محبت اللہ تعالیٰ کی طرف اور شہرت آسمان سے اترتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

۹۷. اور ہم نے اس قرآن کریم کی قراءت آپ پر اس لئے آسان کی ہے تاکہ آپ اس سے کفر و شرک اور برائیوں سے بچنے والوں کو خوشخبری سنائیں اور اس کے ذریعہ سے جھگڑالو لوگوں کو خوف دلائیں۔ (تفسیر ابن عباسؓ)

۹۸. اے محبوب! تم ان ہلاک شدہ قوموں کو دنیا میں نہیں دیکھتے نہ ان کے زمین پر چلنے پھرنے کی آواز سنتے ہو وہ سب نیست و نابود ہو گئے۔ (نور العرفان)

لغوی اشارے ✶ **اَحْصٰهُمْ**: ان کو گن رکھا اس میں ھم ضمیر جمع مذکر غائب ہے ▲ **وُدًّا**: (اسم) محبت، چاہت، دوستی یعنی اللہ بھی ان سے محبت کرے گا اور وہ آپس میں بھی محبت کریں گے ▲ **یَسَّرْنٰهُ**: جمع متکلم ماضی تیسیر سے ہم نے آسان کر دیا ▲ **بِلِسَانِكَ**: مجرور مضاف، تیری بولی میں، بولی، لغت ▲ **تُحِسُّ**: تو دیکھتا ہے تو آہٹ پاتا ہے احساس سے حس کے معنی محسوس کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر (لغات القرآن)

مفہومات مزید ✶ آسمانوں اور زمین کے درمیان جو کوئی ہے وہ سب کی سب خالق کائنات مالک حقیقی اللہ تعالیٰ کی ملک اور مخلوق ہے اور سب کے سب عجز و فروتنی، عبدیت و بندگی، اطاعت و فرمانبرداری کے اس کی بارگاہ بے نیاز میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کریں گا جتنی مخلوق ہے

سب کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے * اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ساری مخلوق جملہ مظاہر کائنات
تمام اشیاء ہر ایک سے ہر ایک اس کی گنتی میں ہے اللہ تعالیٰ سب کا شمار جانتا ہے اس نے
اپنی قدرت سے ہر ایک کو گن رکھا ہے کوئی بھی اس کی گنتی اور شمار سے خارج یا الگ نہیں ہے *
مخلوق میں ہر ایک قیامت کے روز اس کے دربار میں اس کے آگے اکیلا حاضر ہوگا * اللہ تعالیٰ
کے بندوں میں وہ صالح نیک اور پرہیزگار بندے کہ جن میں جنہوں نے ایمان لایا اور ساری زندگی
نیکی عملاً اطاعت و فرمانبرداری میں گزاری اور تقویٰ و پرہیزگاری کے شعار کو اپنایا ان کے لئے
اللہ رحمٰن و رحیم اپنے کرم سے محبت کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے * اس کلام پاک یعنی قرآن
حمید کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی زبان میں آسان فرما دیا تاکہ متقی پرہیزگار بندوں کو خوشخبری
اور نافرمان جھگڑا کرنے والوں کو ڈر سنائے * قبل ازیں ماضی میں اللہ تعالیٰ نے کتنی نافرمان
قوموں کو ان کی سرکشی کے باعث انجام تک پہنچا دیا اور ایسا مٹا دیا کہ نہ ان میں کسی کو دیکھا جا سکتا ہے اور ان
کی بھنک بھی